

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

صوفیت کی ابتداء و ارتقاء

اردو ترجمہ

الصوفية نشأتها و تطورها

تالیف: ڈاکٹر طارق عبدالحلیم رحمۃ اللہ علیہ

ڈاکٹر محمد العبدہ رحمۃ اللہ علیہ

اردو ترجمہ: مڈر احمد لودھی رحمۃ اللہ علیہ

مرکز دارال ارقم

جميع حقوق طبع والنشر محفوظة

لموقع فضيلة الدكتور طارق عبدالحلیم 2007

مسلم ورلڈ ویڈیو پبلسٹک پاکستان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

*** توجہ فرمائیں! ***

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب.....

عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ

لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔

متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔

دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی

نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

تنبیہ

کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر

تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں

ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

20	پہلا باب	1
20	صوفیت کی ترقی	2
21	پہلی فصل	3
27	دوسری فصل: ابتدائی صوفیہ	4
29	ابتدائی تصوف	5
32	اس مرحلہ سے متعلق ہمارا تبصرہ	6
38	تیسری فصل: اصطلاحات اور غیر یقینی صورتحال	7
43	اس کے سنگین نتائج	8
45	چوتھی فصل: صوفیہ اور وجودیہ	9
56	دوسرا باب	10
56	صوفیاء کی بدعات	11
57	پہلی بحث: شریعت و حقیقت یا شریعت و طریقت	12
63	دوسری بحث: حقیقت (طریقت) محمدی	13
65	تیسری بحث: وحدت ادیان	14
69	چوتھی بحث: اولیاء اور کرامات	15
78	پانچویں بحث: اقطاب و اتاد	16
81	چھٹی بحث: بکواسیات اور نامعقولیات	17
87	دوسری فصل: صوفیاء کی عملی بدعات!	18
92	دوسری بحث: علم حدیث اور صوفیاء	19
95	تیسری بحث: ہڈ حرامی اور بگاڑ	20
98	چوتھی بحث: سماع اور ذکر	21

100	پانچویں بحث: صوفیاء اور جہاد	22
104	آج کل کے صوفیاء	23
109	اختتامی کلمات	24
118	لاحقہ	25
120	طریق رفاعی کی خلوت نشینیاں	26
121	طریقہ تیجانیہ میں جوہرۃ الکمال کا ورد	27
122	ابوسلیمان الدارانی کے کلمات	28
122	حلاج کے حالات زندگی	29
124	ثبت المراجع	30

Muslim World Data Processing Pakistan

مقدمه طباعت دار الارقم

دراسات في الفرق

الصوفية

نشأتها وتطورها

تأليف

طارق عبد
الحليم

محمد العبد

الطبعة الرابعة

1422 هـ - 2001 م

قامت شبكة الدفاع عن السنة بنشر هذا الكتاب على الإنترنت ، نسأل الله أن يجعل
عملنا خالصاً لوجهه الكريم

مقدمہ طباعت دار الارقم

ایک دوست کے بھائی کی یہ چاہت ہوئی کہ وہ ”دائرة المرکز الاسلامی“ کی یہاں کسی شاخ کے مدیر ہیں اور اس کتاب کو مفت تقسیم کے لئے دوبارہ شائع کرنا چاہتے ہیں کیونکہ ان ممالک میں اس کی شدید ضرورت ہے جن میں ہم نے بمقتضیٰ مشیئت الہی اپنی زندگی کا طویل عرصہ گزار رہے ہیں جو ہم میں سے بعض کے لئے تو واقعی طویل ہے اور بعض کے لئے مختصر۔

میں صوفیت کے متعلق جو کچھ جانتا ہوں وہ تو جانتا ہی ہوں خواہ وہ کتب ہوں جو ان کے متعلق لکھی گئیں یا وہ کتب جو ان کے اقطاب (جمع قطب صوفیاء کے نزدیک صاحب مقام سردار) میں سے کسی نے خود اپنے متعلق لکھی ہوں یا وہ تحریک ہو جو مشرقی ممالک میں ان کے بعض بڑوں کے باہمی تصادم کے نتیجے میں وجود میں آئی۔

اللہ گواہ ہے کہ میں نے جو کچھ جانا یا مشاہدہ کیا یا زندگی گزارا اس سے بالکل خوش نہیں۔ یہ لوگ اس سنت مطہرہ سے بڑے ہی دور ہیں کہ جس کی راتیں بھی دن کی مانند روشن ہیں اور جن سے کج روی وہی اختیار کرتا ہے جو ہلاکت میں گرا پڑا ہو جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اور لوگ غلطی اور صحیح دونوں کرتے ہیں غلطی انسان پر وارد ہوتی ہے بلکہ یہ اس کے خمیر کا حصہ ہے۔“ لیکن یہ لوگ گمراہ ہیں گمراہ کرتے ہیں اللہ کی قسم میں نہیں جان سکا کہ ان کی پالیسی کیا ہے کیا وہ نہیں جانتے کہ بدعت جہنم کا باعث ہے کیا انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان نہیں پڑھا کہ: من عمل عملاً لیس علیہ امرنا فہو ردّ جو ایسا عمل کرے جس پر ہمارا حکم نہ ہو وہ مردود

ہے (مسلم)۔ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: علماء نے اس حدیث کو تہائی اسلام قرار دیا ہے کیونکہ اس میں آپ کے حکم کی مخالفت کی تمام صورتیں جمع کر دی گئی ہیں خواہ وہ بدعت کی صورت میں ہو یا معصیت کی صورت میں¹۔

کیا صوفیہ نے حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کا یہ قول نہیں سن رکھا: انہوں نے دوپتھر لے کر ایک دوسرے پر رکھ کر اپنے شاگردوں سے پوچھا کیا ان دونوں پتھروں کے بیچ میں روشنی دکھائی پڑتی ہے؟ وہ کہنے لگے! ابو عبد اللہ ہمیں تو بہت کم روشنی دکھائی دیتی ہے۔ فرمانے لگے: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ نور البجع (ایک قسم کا پرندہ جس کی چونچ لمبی اور چوڑی ہوتی ہے اور اس کے نیچے ایک تھیلی سی ہوتی ہے مراد اس کی چونچ کے دونوں حصوں کے درمیان جھری ہے) سے بھی ظاہر ہوگا تاآنکہ ایک وقت حق صرف اس قدر رہ جائے گا جس قدر ان دونوں پتھروں کے درمیان سے روشنی جھلک رہی ہے اللہ کی قسم تم بدعتیں تلاش کرو گے تاآنکہ اگر کسی بدست کو ترک کیا جا رہا ہوگا تو لوگ کہیں گے سنت ترک کر دی گئی۔ نیز عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمارے آثار کی اتباع کرو اور بدعتیں مت نکالو کیونکہ تم کفایت کر دینے گئے ہو (یعنی دین ہی کافی ہے)۔

بدعت اور اس کے آثار پر طویل گفتگو ہو سکتی ہے مگر میں نے صرف ان امور پر تنبیہ کی ہے جو اس دور میں رائج ہیں خاص کر ان ممالک میں رائج بعض نادان مسلمانوں کا دین اسلام سے متصادم بعض صوفیہ کی تعظیم کے مختلف مظاہر سے متعلق اور ان مشرقی ممالک سے آنے والوں کے متعلق جو ان جرائم کو وہاں سے لا کر یہاں عوام الناس میں پھیلاتے ہیں یہ بہت زیادہ نہیں تعجب ہے کہ یہ لوگ سنت مطہرہ کے انتساب کا دعویٰ کرتے ہیں بلکہ ان میں سے بعض منبروں

¹(الاعتصام: 1/78)

پر اسلامی جمعیت یا اسلامی مرکز کے نام سے خطبے دیتے ہیں اور یہ باور کراتے ہیں کہ وہ سنی ہیں یا کسی ایسی تقریب میں شریک ہو کر جس کا کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا یہ صوفی ہیں یا صوفیاء سے محبت کرنے والے ان جاہلوں میں سے ہیں جو اس طرح کے مراکز میں کھڑے ہو کر اس طرح کے دعوے کرتے ہیں کہ وہ لوگوں کے سامنے صوفیوں کی توحید پیش کرتے ہیں اور لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں کیا یہ لوگ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول سے واقف نہیں کہ: ”جو بدعتی کے پاس آیا اس کی حوصلہ افزائی کی تو گویا اس نے اسلام کی عمارت ڈھانے میں اس کی مدد کی“۔ اللہ کے دین میں سستی برتنے والے ان لوگوں کو منبروں کا امین کس طرح قرار دیا جاسکتا ہے اور کیوں کر لوگ انہیں آگے کر دیتے ہیں کہ اس امانت کو ان لوگوں کے سپرد کر کے ضائع کر دیں جن کے متعلق حسن ظن نہیں رکھا جاسکتا اور جن کے ارادوں سے بے خوف نہیں رہا جاسکتا اور جو اسلامی جماعتوں کے کمان کے خلاف برے ارادے رکھتے ہوں وہ بھی ان علاقوں میں جہاں کے لوگ دین صرف اسی قدر جانتے اور سمجھتے ہیں جو منبروں پر انہیں بتایا جائے۔ میں کہتا ہوں: کہ لوگ آخر کیوں کر ان گمراہ اور بدعتی لوگوں کو آگے بڑھادیتے ہیں تاکہ وہ لوگوں سے خطاب کرے پھر تحریف کرے، فساد کرے، جھوٹ بکے اور لوگوں کو سیدھی اور سچی راہ سے نکال باہر کرے۔

کیا یہ جہالت نہیں.... عام لوگوں کی جہالت جنہوں نے اپنے معاملات ان جیسے ائمہ، شیوخ اور خطباء کے سپرد کر دیئے نہ ان کی علمیت کی تحقیق کی نہ ہی ان کے منہج اخلاص، اور خیر خواہی کی اور پھر معاشرے کے سرکردہ لوگ انہیں عوام الناس کے سامنے حدیث بیان کرنے، خطبہ دینے کی دعوت دیتے ہیں تو کیا یہ لوگ اسلامی مراکز اجتماعات، تقاریب وغیرہ میں انہیں لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہوئے اللہ سے ڈرتے نہیں اور انہی میں ہی رشد و فلاح کے کیوں طالب

ہوتے ہیں؟ کیا ان پر واجب نہیں کہ وہ یہ علمی مناصب صرف ایسے لوگوں کے سپرد کریں جو صحیح سنت کے پیروکار ہوں بدعت وزیغ وضلال سے دور ہوں کیا یہ بہتر نہیں کہ جاہل عوام ان لوگوں کے بجائے ان لوگوں کے پاس جائیں جن کے پاس سنت کا علم ہوتا کہ امانت علمی کا تقاضا پورا ہو سکے یا یہ بہتر ہے ان کا تسلط اور غلبہ برقرار رہے اگرچہ علم و امانت کا ضیاع ہو یا پھر معاشرے کے سرکردہ لوگوں کے ان جیسے لوگوں سے دنیاوی مفاد وابستہ ہیں کہ وہ ان کے ان دینی مناصب کو پکا کرتے ہیں جو انہوں نے زمانے کی غفلت میں حاصل کئے ہوں۔ کیا ملک میں علم کا ایسے ہی فقدان پڑ گیا ہے جیسے جہنمیوں کے ہاں پانی کا فقدان ہوتا ہے کیا ان کے دنیاوی مفادات اسی طرح مضبوط ہوں گے کہ وہ عوام اسلامی مراکز، تنظیموں اور تحریکوں پر مکمل کنٹرول رکھیں..... یا یہ سب مکس پلیٹ ہے!؟

یقیناً حق ہی مستحق ہے کہ اس کی اتباع کی جائے اللہ کی قسم اگر ہم اپنے دینی امور ان لوگوں کے سپرد کر دیں جو انہیں کھیل بنالیں اور اس لائق نہ ہوں تو ہمیں ضرور شرمندہ ہونا پڑے گا اس دن کہ جب ندامت کا کوئی فائدہ نہ ہوگا ان جیسے صوفیہ جیسے حمزہ یوسف اس کا شیخ مالکی اور حمیم کیلر (جس نے خود اپنے لئے کج روی کا اعتراف کر رکھا ہے) یہ ان ممالک کے نوجوانوں میں گھٹیا افکار رائج کرتے ہیں اور محی الدین ابن عربی (جو دراصل محی الدین یعنی دین کو زندہ کرنے والا نہیں بلکہ ہادم الدین یعنی دین کی عمارت ڈھانے والا تھا) اور حلاج اور بایزید بسطامی وغیرہ کے مذہب کی طرف دعوت دیتے رہے یہ سب علی الاعلان وحدت الوجود، حلول اور اتحاد کے قائل تھے اور اپنے ہی اعتقاد کی حقیقت کو کمتر سمجھتے تھے اللہ ہی ان کے دلوں کی کیفیت جانتا ہے ان کا شیخ اکبر رتبہ جمع (اللہ ان سب کو جہنم میں جمع فرمائے) یعنی اللہ اور اللہ سبحانہ کو پالینے والے اجتماع واتحاد بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

لها صلواتی بالمقام اقیمها واشهد فیها انها لی صلّت
کلانا مصل عابد ساجدا لی حقیقته الجمع فی کل سجده

ترجمہ: ”جس مقام پر میں فائز ہوں اس پر فائز رہتے ہوئے میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ میری نمازیں اس کے لئے ہیں اور اس نے بھی میرے لئے نماز پڑھی ہے ہم دونوں ہی نماز پڑھتے ہیں عبادت کرتے ہیں ہم سجده کرتے ہیں ایک متحد حقیقت کو۔“

غور کیجئے وہ اپنے نفس کے لئے نماز پڑھتا ہے اور اسے ہی سجده کرتا ہے کیونکہ (اس کے بقول) اس کی ذات ہی تو اللہ ہے (اللہ اسے اور اس کے ہم خیالوں کو رسوا کرے۔ آمین) نیز اس شعر کا شارح مرتبہ فنا فی الذات کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے کہتا ہے:

ففى الصحو بعد المحو لم اک غیرها وذاتی لذاتی اذا تحلت تجلت
ترجمہ: ”فنا ہو جانے کے بعد ہوش میں آکر بھی میں اس سے الگ نہیں ہوتا اور تیری ذات جب میری ہی ذات میں حلول کرتی ہے تو آشکار ہو جاتی ہے۔“

حمیم، حمزہ وغیرہ جیسے شعبدہ باز اس طرح کی خرافات کو عام کرتے ہیں ان کے پیروکاروں کی حالت ان لوگوں کو دیکھ کر معلوم کریں جو اولیاء کے مزاروں کا طواف کرتے ہیں تاکہ ان کی کتابوں کی طباعت کی ان سے اجازت حاصل کر سکیں۔ جیسا کہ شیخ عبدالحلیم محمود ازہری نے اپنی کتاب ”السید البدوی“ کے مقدمے میں ذکر کیا ہے۔

یہ لوگ صرف ان خرافات کی ترویج پر ہی اکتفاء نہیں کرتے بلکہ اہل السنۃ والجماعۃ پیروکاران رسول ﷺ پر کفر والحاد کی تہمت بھی لگاتے ہیں ان کی امتیازی علامات یہ ہیں کہ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو بنظر تحقیر دیکھتے ہیں کیونکہ ان کی سیرتوں میں انہیں اپنی بدعات کے دلائل نہیں ملتے علاوہ ازیں یہ لوگ ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ جیسے اہل علم پر بدعت و کفر کا حکم لگانے سے گریز نہیں کرتے جس

کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ایسی بدعات اور بدعتیوں کے سخت مخالف تھے۔

چنانچہ امت اسلامیہ کو ان سے مکمل اجتناب کرنا چاہئیے اور ہمیں خاص کر ان سے ضرور بچنا چاہئیے کیونکہ اسلامی کتب و ماخذ و مراجع تک ہمارا وصول مشکل ترین ہے اور اہل علم کی قلت ہے جبکہ جھوٹوں، دھوکے بازوں، مفاد پرستوں، بندگانِ خواہش اور متبعین کی کثرت ہے ہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور ان کے بعد ان کے خلفاء راشدین مہدیین کا طریقہ لازم ہے ہمیں چاہئیے کہ ہم اسے مضبوطی سے تھام لیں اور دین میں نئی ایجادات سے اجتناب کریں کیونکہ بلاشک و شبہ ہر نیا کام بدعت ہے (یہاں حدیث میں لفظ کُلّ ہے جو بدعتِ حسنہ و سیئہ دونوں کو شامل ہے یعنی ہر بدعت خواہ حسنہ ہو یا خواہ سیئہ ایسے ہی ہر نیا کام بدعت و گمراہی ہے) وہ لوگ ہمیں دھوکے میں نہ ڈال دیں جو اپنی ظاہری وضع قطع اور پرفریب گفتگو کے ذریعے خود کو اہل علم میں شمار کرواتے ہیں جبکہ حقیقتاً ان کی گول مول گفتگو سنت کی مخالفت میں ہوتی ہے دین سے خارج ہوتی ہے بلکہ دین کی بنیادیں ڈھا رہی ہوتی ہے۔

واللہ من وراء القصد

ڈاکٹر طارق عبدالحلیم رحمۃ اللہ علیہ ٹورنٹو کنیڈا

1417 ہجری بمطابق جنوری 1997ء

جب فکر اسلامی کی بنیاد ہی غلط ہو جائے۔ جیسا کہ آج کل ہے۔ پھر یہ تصوف
وتوہم اور پریشان خیالات میں ہی مبتلا کرے گی اور اندھی تقلید کا رجحان پیدا
اکرے گی۔

(مالک بن نبی)

جب تصوف کی بو دلوں میں داخل ہو جائے پھر مسلمان دربانوں کا ہی رخ کرتے
ہیں۔

(محمد اقبال)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ان الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من شرور انفسنا وسيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادي له وصلى الله على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه وسلم وبعد:

1. صوفيا سے متعلق اس کتاب کا مقصد ان تمام کتابوں کا احاطہ نہیں ہے جو صوفیوں کے متعلق لکھی گئی ہوں یا صوفیاء نے لکھی ہوں خواہ اپنے بارے میں یا صوفیت کے متعلق اور نہ ہی ان کے اقوال و آراء اور ان کے طریقوں کی مکمل تفصیل بیان کرنا ہے ہمارا مقصد طوالت نہیں بلکہ ہمارا وہ ہدف جسے ہم نے اپنی نگاہوں کے سامنے نصب کیا ہے و اہل حق کو صوفیت سے متعلق ایک بنیادی اور مختصر معلومات فراہم کرنا ہے اور یہ فرقوں اور تفرقہ بازی سے متعلق کلام کا ڈھیر لگا کر ناممکن ہے چنانچہ صوفیاء کے احوال کی معرفت ان کے لئے اصولوں اور ان کی ترقی کے مراحل اور ان کی بدعات اور ان کے بنیادی طریقے جان لینا ہی کافی ہے جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جو صوفیت میں سرتا پیر غرق ہو چکے ہیں تو ان کے بارے میں سلف صالحین کا کہنا ہے کہ: ”بدعتی کی طرف بہت ہی کم دھیان دینا چاہیئے“۔

2. ہم اس صوفیت کے متعلق نہیں لکھ رہے جو ماضی کا حصہ تھی جیسا کہ کہا جاتا ہے بلکہ وہ آج بھی ماضی کے تسلسل کے ساتھ ہی موجود ہے بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ اس کا سایہ وقتی طور پر سمٹ گیا تھا اور اب یہ پوری قوت سے ایک مرتبہ پھر اسلام کی دعوت حق کے مقابلے میں پلٹ آئی ہے مشرق میں بریلویت مغرب میں تیجانیت اور ان دونوں کے مابین شاذلیت اور برہانیت یہ تمام لامتناہی سلسلے جواب مکہ مدینہ کی طرف پلٹ رہے ہیں کہ جو

عرصہ دراز تک ان سے خالی رہے سو کیوں نہ ہم مسلمانوں کو ان کی غلطیوں اور خطرات سے آگاہ کریں؟

3. جب ہم صوفیت سے متعلق گفتگو کریں تو اس سے ہمارا مقصد صوفیت کا اصطلاحی معنی ہے یعنی وہ صوفیت جو مخصوص کتابوں میں مخصوص اصطلاحات کا نام ہے۔ اس کے بارے میں بہت سے اشکالات ہیں یہ حقیقی اسلامی منہج سے کوسوں دور ہے بعد ازاں یہ حلول اور اتحاد جیسے خطرناک امور میں جاملی تو یہ بلاشبہ اہل السنة والجماعة کے خطوط سے دوری اور تفرقہ بازی ہے اور جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم صوفیت سے اسلامی سلوک، دلوں کو نرم کرنا، اور دنیا سے بے رغبت کرنا مراد لیتے ہیں تو ان سے کہا جائے کہ تم ان امور کو صوفیت کا نام ہی کیوں دیتے ہو جو کہ ایسے رموز و اشکال پر مشتمل ایک مستقل علم کا نام ہے جو خلاف اسلام ہے تم شبہات سے دور کیوں نہیں رہتے اور ان ناموں کو کیوں ترک نہیں کر دیتے کہ جن کی اللہ نے کوئی دلیل نہیں اتاری نیز زہد و تقویٰ کی کوئی بھی مذمت نہیں کرتا البتہ صوفیت کی مذمت کرتے ہیں²۔

جولوگ حسن اخلاق، زہد اور شرعی آداب بجالاتے ہیں انہیں نساک، قراء، زہاد، اور عباد کے القابات سے ملقب کیا جاتا ہے جبکہ صوفیہ کا لقب نہیں دیا جاتا جو روح اور روحانی بیماریوں اور دلی خیالات کے بارے میں پڑھتے پڑھاتے ہیں اور نغظ مذہب کے رسیا ہوتے ہیں³۔

چنانچہ مسئلہ اخلاق و سلوک کا نہیں بلکہ ان بناوٹی طور و طریقوں کا ہے جو روحانی ریاضتوں سے متعلق خالص عجمی اختراعات ہیں جن کا نتیجہ بلا علم اللہ

² تلبیس ابلیس از ابن الجوزی : 165

³ (التصوف الاسلامی فی الادب والاخلاق از زکی مبارک : 2/21)

کے بارے میں بکواس اور اس پر افتراء پردازی ہے صوفیت کا مقصد (بزعم خویش) اللہ سے مل جانے اور لوگوں سے دور ہوجانا ہے جبکہ یہ منہج انبیاء کی ضد ہے انہیں اس لئے مبعوث کیا گیا کہ وہ ساری دنیا میں گھوم کر لوگوں کو نیند سے بیدار کریں یہی وجہ ہے کہ ہم بڑے بڑے زہاد و عباد جیسے ابراہیم ادہم اور فضیل بن عیاض کو اس معنی کی صورت میں شمار نہیں کرتے⁴۔

چہ جائیکہ ہم حسن بصری رضی اللہ عنہ اور ان سے پہلے لوگوں کو ان میں شمار کریں جیسا کہ صوفیاء پوری ڈھٹائی سے ایسا کرنے کی کوشش کرتے ہیں بقول ابن جوزی ”ہر فرقہ لوگوں کے سامنے جھوٹ کو سچ بنا کر پیش کرتا ہے اور پھر اس کی طرف اہل السنۃ کے بڑے بڑے ائمہ کو منسوب کر دیتا ہے مثلاً امامیہ شیعہ کی تمام باطل احادیث امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہیں جبکہ وہ ان سے بری الذمہ ہیں اور ائمہ اہل السنۃ میں سے ہیں پہلے قسم کے زہد اور تصوف میں فرق ایسے ہی ہے جیسے تشیع کے لغوی معنی میں (یعنی علی رضی اللہ عنہ سے بلا مبالغہ محبت اور ان کی مدد کرنا) اور فرقہ شیعہ کے درمیان ہے کہ اس کے مخصوص عقائد ہیں جو تحریک باطنیت کا صحابہ کرام لاپر طعن و تشنیع کے راستے علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں غلو کے بعد وجود میں آئے بالکل اسی طرح باطنیت نے اپنی الحادی تعلیمات کو غالی صوفیاء میں بھی پھیلا دیا تھا⁵۔

4 صوفیہ کو فرقہ گردانا بڑے ہی اچھنبے اور حیرت کی بات ہے کیونکہ سیدھا سادہ عقیدہ یہ ہے کہ وہ بھی اہل السنۃ سے ہیں۔

⁴ (حاشیہ: دائرۃ المعارف الاسلامیہ میں ہے کہ: ”دوسری صدی ہجری میں پیدا ہونے والے نظریاتی اختلاف کا کوئی اثر تلاش کرنا ہماری بے کار کوشش ہوگی نیز ابراہیم بن ادہم کو ان لوگوں میں سے نہیں مان سکتے کہ جن کے مذہب و حدود کی اساس دنیا سے بے رغبتی اور نفس کی اصلاح پر ہے۔ 1/33 ط 1933ء)

⁵ (ملاحظہ ہو تاریخ الامم: 1/116 از رشید رضا)

اس بات کے جواب میں ہم کہیں گے کہ اگر تو صوفیاء کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ کشف و ذوق روحانی مشقیں ہیں جن کی اللہ نے دلیل نہیں اتاری تو بلاشبہ یہ قابل مذمت اور تفرقہ بازی ہے توجو حلول اور اتحاد کی بات کہے اس کے بارے میں کیا خیال ہے یہ تو صریح کفر ہے اور علماء سلف نے علم کلام اور اس کی آڑ میں جاری ہونے والی بدعات و تفرقہ بازی کی مذمت کی ہے اگرچہ بعض علماء سلف نے بنیت حسنہ دفاع اسلام کی خاطر اس میدان میں قدم بھی رکھا ہے تو جو فناء اور رہبانیت کے نام پر عجمی طریق تصوف کی بدعت نکالے اور رقص دف پر اللہ کا ذکر کرے اور یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تک پہنچنے کا محمدؐ کی اتباع کے سوا اور طریقہ بھی ہے اس کی مذمت کیوں نہ کی جائے وہ تو کافر ہے شیطان کا دوست ہے⁶۔

پھر فرق کے عنوان پر لکھنے والے بعض علماء کا تو یہی موقف ہے جیسے امام رازی اپنی کتاب ”اعتقادات فرق المسلمین والمشرکین“ میں رقم طراز ہیں: ”جان لو کہ امت کے فرقے بیان کرنے والوں کی اکثریت نے صوفیاء کا تذکرہ نہیں کیا اور یہ غلطی ہے“⁷۔

اس کے بعد انہوں نے صوفیاء کے طبقات و فرقوں کا تذکرہ کیا ہے۔ نیز ابن الندیم نے اپنی کتاب ”الفہرست“ کا پانچواں مقالہ ”ان سیاحوں، زاہدوں، عبادت گزاروں اور صوفیاء کے بارے میں لکھا ہے جو خطرات اور وساوس کے متعلق کلام کرتے ہیں“⁸۔

⁶(تنبیہ الغبی از بقاعی ص : 21)

⁷۔(اعتقادات فرق المسلمین از فخرالدین رازی:72)

⁸ہیں۔(الفہرست ابن الندیم : 260)

نیز ابن حزم اپنی کتاب ”الفصل فی الملل والنمل“ میں ایک فصل بعنوان ”اس قوم کی شناخت جن کے فرقے معروف نہیں“ باندھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ: ”صوفیاء کے ایک گروہ نے یہ دعویٰ تک کر رکھا ہے کہ بعض اولیاء تمام انبیاء سے بھی افضل ہوتے ہیں اور جو عارف باللہ بن جائے اس سے اعمال شریعت ساقط ہو جاتے ہیں“⁹۔

نیز عباس من منصور الحنبلی اپنی کتاب ”البرہان فی معرفة عقائد اہل الادیان“ میں لکھتے ہیں کہ: ان (اہل السنۃ) میں کسی نے بھی شدوز اختیار نہیں کیا سوائے ایک فرقے کے جس کا نام صوفیت ہے اہل السنۃ سے قریب بنتے ہیں ان میں سے ہیں نہیں بلکہ عقائد و اعمال میں ان کے خلاف ہیں“¹⁰۔

بظاہر اس کتاب کے مؤلف نے غالی صوفیوں کے بارے میں کچھ نہیں کہا ہے۔

لفظ فرقہ سے تمہارا مقصد شرعاً مذموم فرقہ بازی ہے جو اس اسلامی بنیاد سے دوری ہے جس کی مثال اجلہ صحابہ و تابعین رہے ہیں ہم جانتے ہیں کہ کچھ بزرگ ہستیاں ایسی بھی ہیں جو صوفیت کی طرف منسوب ہوتی ہیں لیکن یہ چیز صوفیت سے متعلق عمومی گفتگو سے مانع نہیں ہے ان علماء نے تربیت نفس کے حوالے سے صوفیت کا صرف ایک پہلو اختیار کیا جو کہ ان کی غلطی ہے بہر حال وہ باطل اور کفر میں مبتلا کر دینے والی منحرف صوفیت میں داخل نہیں ہوئے ایسے ہی مرجئہ بھی مختلف فرقوں میں تقسیم ہوئے اور بعض علماء حق بھی ان کا شکار بنے سو جب ہم صوفیت کو ایک ایسے فرقے کے طور پر لیں گے جو منہج اہل السنۃ والجماعۃ سے زیادہ دور ہے تو اس کا یہ معنی نہیں کہ صوفیت کی طرف منسوب ہر شخص گمراہ اور منحرف ہے ممکن ہے کہ وہ بڑے عبّاد میں

⁹(الفصل فی الملل والنمل : 4/226)

¹⁰(مقدمۃ کتاب اعتقادات فرق المسلمین : 11)

شامل ہو لیکن اسلام کے جامع اور مکمل پہلوں میں سے کسی ایک پہلو کے اعتبار سے اس میں کمی رہ گئی ہو اور مسلمان میں سنت سے دوری کے بقدر نقص پیدا ہو جاتا ہے۔

5 ہم اس بات کا انکار نہیں کر رہے کہ روحانی پہلو میں ابتدائی صوفیت کی اعمال قلوب، اخلاص و توکل و انابت و خشیت الہی الی اللہ تعالیٰ میں تزکیہ کے متعلق گفتگو متاثر کن رہی ہے لیکن اس بارے میں انہوں نے تشدد اختیار کیا اور ایسی راہداریوں میں جا گھسے جن میں ان سے افضل لوگ داخل نہ ہوئے ایسے ہی ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ اس کے مقابل جانب ایسے لوگ بھی ہیں جن کے دل بڑے ہی سخت ہوتے ہیں تو یہ بھی سنت سے خروج ہے بلکہ یہ ان یہودیوں کے مشابہ ہے جن کے دلوں کو اللہ نے پتھروں سے بھی سخت قرار دیا ہے جیسا کہ علم کے بغیر عبادت کرنے میں نصرانیت کی مشابہت ہے جبکہ مطلوب توسط و اعتدال ہے یعنی ان لوگوں کا راستہ جن پر اللہ نے انعام کئے سو ہم ان لوگوں میں نہ بنیں جن پر غضب کیا گیا جو کہ یہودی ہیں اور نہ ہی ان لوگوں میں جو گمراہ ہوئے جو کہ عیسائی ہیں۔

6 تصوف اپنے اصطلاحی معنی میں جس کے متعلق ہم نے لکھا ہے وہ آج تک موجود ہے اور نسل اسلامی کی تربیت میں ان کے منفی اثرات بڑے واضح ہیں مثلاً شیخ کی بندگی اور اس کے لئے گرپڑنے کی تربیت اور ہر نامعقول کی تصدیق کر دینے کی تربیت حقیقتاً یہ بڑی ہی دردناک داستان ہے کہ لوگوں میں دجال اور کذاب ہیں جن کے پیچھے چلنے والوں میں علمی وغیر علمی یونیورسٹیوں کے طلباء کی اکثریت ہے البتہ عوام محفوظ ہے یہ عوام کا انصاف ہے۔ اسی صوفیانہ تربیت نے نوجوانوں کو ان کے ہاتھوں کا کھلونا

بنادیا ہے وہ ہر لمحے اپنے شیخ کے حکم یا اس کے ہاتھوں کسی خرق عادت معجزے کے صادر ہونے کے منتظر رہتے ہیں۔

ابن عقیل رحمۃ اللہ علیہ صوفیوں اور متکلمین (فلاسفہ) کے خطرات سے آگاہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”شریعت کے لئے صوفیوں اور متکلمین سے زیادہ نقصان دہ اور کوئی نہیں یہ متکلمین لوگوں کے عقائد ان کی عقلوں میں شبہات اور وہم پیدا کر کے خراب کر دیتے ہیں اور صوفیاء اعمال برباد اور دینی قوانین منہدم کرتے ہیں جو کہتا ہو کہ مجھے میرے دل نے میرے رب سے بیان کیا گویا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اظہار براءت کر دیا میں ان دونوں کے طریقوں سے خوب واقف ہوں متکلمین کا مقصد شک پیدا کرنا اور صوفیوں کا مقصد بکواس بکنا ہے¹¹۔

ہر جگہ صوفیاء مسلسل نسل اسلامی کے عقائد و اعمال کی خرابی کا باعث رہے ہیں چنانچہ ان کے بارے میں لکھنا ضروری ہے ہم ان شاء اللہ ان کے حقائق لوگوں سے چھپائیں گے نہیں لیکن جیسا کہ ہر گروہ اور ہر فرقہ صرف خود کو ہی حق پر سمجھتا ہے اور جو کچھ اس کے پاس ہوتا ہے اس پر راضی اور قانع ہوتا ہے اسی طرح یہ بھی خود کو افضل مخلوق اور اللہ کے منتخب دوست سمجھتے ہیں غزالی¹² کا اعتقاد تھا کہ تزکیہ نفس کا اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں۔

¹¹(تلییس ابلیس: 375)

¹² (غزالی کا نام ابو حامد محمد بن محمد بن محمد الطوسی الغزالی تھا امام حرمین سے فقہ سیکھی علم کلام و جدال میں مہارت حاصل کی ابن سینا اور اخوان الصفا کی کتب سے متاثر تھے پھر یہ چھوڑ کر صوفیت کی طرف مائل ہو گئے ادکیاء میں سے تھے انتہائی ذہین و فطین تھے اسی لئے ان میں بیک وقت فقہ سے شغف، آداب شرح کا التزام اور فلسفہ کلام و صوفیت ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں اس بارے میں ان کے انتہائی کڑوے الفاظ تھے جن میں وہ سر کے بل گرپڑے ہیں ان کی فقہ، تصوف اور فلاسفہ پر رد میں مشہور تالیفات ہیں ملاحظہ ہو (سیر اعلام النبلاء: 19/322) انہوں نے ان کے بارے میں جو علماء کے اقوال نقل کیے ہیں وہ انصاف کرنے میں ان کا مبالغہ ہے ان کی وفات 505 ہجری میں طوس شہر میں ہوئی)

گویا کہ وہ اہل السنۃ والجماعۃ یا اہل الحدیث کا یا اہل علم و عمل اور امام احمد بن حنبل اور امام عبداللہ بن مبارک جیسے عبادت گزاروں اور ائمہ فقہ و حدیث جیسے ناموں سے واقف بھی نہ تھے جب کہ یہ بہت ہیں¹³۔

نیا پڑھنے والا غزالی اور حارث محاسبی¹⁴ کی کتابیں پڑھ کر سمجھنے لگتا ہے کہ اس کے سوا اور کوئی راستہ ممکن ہی نہیں جبکہ حقیقت اپنی جگہ برقرار ہے جیسے نصف النہار کا دمکتا سورج پر اس شخص کو روشنی دیتا ہے جس کا مقصد نیک ہو علم کا طالب ہو اور صراط مستقیم کو راستہ بنائے۔

آخر میں ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ وہ صوفیت کی ابتداء و ارتقاء پیش کرنے میں ہر طرح کے تعصب اور جانبداری سے محفوظ رکھے۔ آمین

واللہ من وراء القصد والحمد لله رب العالمین۔

¹³(حاشیہ: ملاحظہ ہو غزالی کی کتاب المنقذ من الضلال اس میں انہوں نے قسم کھائی ہے حق تک لے جانے والے چار ہیں (1): فلسفہ۔ (2): کلام۔ (3): امام معصوم۔ (4): کشف۔ پھر آخری سے ہی حق کے دلیل کے طور پر راضی ہوئے)

¹⁴(حاشیہ: اس کا نام حارث بن اسد المحاسبی البغدادی ہے اس کی زہد سے متعلق بہت سی تالیفات ہیں علم کلام میں مشغولیت کے سبب اپنے باپ کا ترکہ چھوڑ دیا تھا امام ابوزرعہ الرازی سے اس کی کتب کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے روکا اور فرمایا: ”تم پر حدیث لازم ہے کیا تم تک یہ بات کبھی پہنچی کہ مالک یا ثوری یا اوزاعی نے خطرات اور وسوسوں کے بارے میں لکھا ہو؟“ اس کا انتقال 143 ہجری میں ہوا ملاحظہ ہو (صفة الصفوة: 2/367، سیر اعلام النبلاء: 2/110)

صوفیت کی ترقی

مقدمہ

صوفیت ایک ایسا مستقل اور ممتاز فرقہ نہیں کہ سال کے اعتبار سے ڈھونڈھنے والے کو ان کی ترقی کے ادوار مل جائیں بلکہ یہ ایسا بے بُنا فرقہ ہے جس کی کوئی متعین شکل نہیں ہے ان کی افکار کے حاملین میں بعض فقہاء بھی ہیں اور ان کی بدعات کے قائل بعض ایسے بھی ہیں جو اہل السنۃ سے نسبت کا دعویٰ کرتے ہیں یہی چیز محقق کے لئے مشکل پیدا کر دیتی ہے اگر وہ صوفیت کے ادوار و مراحل کا باریک بینی سے جائزہ لینا چاہتا ہو چنانچہ ہم صدیوں کے اعتبار سے ان مراحل کے بنیادی خطوط اور ان کی بڑی بڑی افکار کے ظہور کو (کہ جنہیں محقق ان کے مراحل میں سے ایک مرحلہ شمار کر سکتا ہے) بیان کرنے کی کوشش کریں گے یہ ایسا ارتقاء ہے جس میں تاریخ فکر گڈمڈ ہے اس تفرق کی بنیادی کڑیوں کو الگ الگ کرنا اس وقت سے لے کر آج تک انتہائی مشکل ہے۔

ہم نے صوفیت کے ارتقائی مراحل کو تین مراحل میں تقسیم کیا ہے اس سے پہلے اسلامی معاشرے میں طبقہ عباد و زہاد کے ظہور سے متعلق ایک تمہید ہے پھر پہلا مرحلہ ان ابتدائی صوفیاء کے بارے میں ہے جن کے متعلق کہنا چاہیئے کہ یہیں سے تفرق شروع ہوا اس کے بعد اس فرقے کی مستقل اصطلاحات کا مرحلہ ہے اور پھر آخری مرحلہ عقید وحدت الوجود کی ابتداء اور صوفیت میں جو کہ پہلے ہی تنگ یونانی فلسفے سے گڈمڈ تھی اس کے داخل کئے جانے سے متعلق ہے۔

پہلی فصل

اسلامی معاشرہ اور طبقہ عبّاد (کثرت سے عبادت کرنے والے) کا ظہور اسلامی معاشرے کی ابتدائی نشات طبعی اور مکمل تھی نہ کہ محض تکلفانہ اور فطرت سلیمہ اور اللہ کی طرف سے نازل کردہ وحی کی تمام باقیات بھی جمع کرچکی تھی ان دنوں عرب اور خصوصاً شہری لوگ مثلاً قریش، اوس اور خزرج دیگر اقوام کی بنسبت فطرت سے زیادہ قریب تھے اسی لئے اللہ نے اپنے نبی کے لئے افضل ترین قوموں کا انتخاب کیا جن کی رسول اللہ ﷺ نے اپنی سرپرستی میں تربیت فرمائی اس طرح وہ ”اس کھیتی کی طرح ہو گئے جس نے اپنا کنارہ نکالا پھر اسے مضبوط کیا پھر موٹا ہوا اور اپنی جڑ پر کھڑا ہو گیا اور کسان کو خوش کرنے لگا تاکہ وہ ان کے ذریعے کفار کو چڑھائے“ جب بھی ان میں سے کوئی ایسا عمل سرزد ہوتا جو دین حنیفیت کے خلاف ہوتا رسول اللہ ﷺ ان کے لئے صحیح راستہ متعین کر کے انہیں واپس صراط مستقیم پر گامزن کر دیتے جیسا جب تین صحابہ نے جب عورتیں مال و دولت کو چھوڑ کر ترک دنیا کا قصد کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فوراً ہی انہیں صراط مستقیم کی طرف پھیر دیا اور فرمایا کہ: ”میں روزہ رکھتا ہوں چھوڑتا ہوں نماز پڑھتا ہوں سوتا ہوں اور عورتوں سے تعلقات بھی رکھتا ہوں جس نے میری سنت سے منہ موڑا وہ مجھ سے نہیں“¹⁵۔

چنانچہ اعتدال ہی اصل ہے اگر آپ شریعت کے عام امور پر غور و فکر کریں تو انہیں بھی مبنی براعتدال پائیں گے تو تشدد کی راہ وہ اختیار کرتا ہے جس پر بگاڑ غالب ہو اور تساہل کی راہ وہ اپناتا ہے جس پر حرج شدید غالب ہوا اگر نہ

¹⁵(جامع الاصول از ابن اثیر: 1/294 باب الاعتقاد فی الاعمال)

یہ ہو اور نہ ہی وہ تو آپ اعتدال کو ہی بطور ضابطہ دیکھیں گے اور اسی اصل کی طرف رجوع کرنا چاہیئے¹⁶۔

صحابہ رضی اللہ عنہم میں امیر، فقیر، تاجر، کسان، مزدور ہر طرح کے لوگ تھے کچھ ایسے تھے جو بطور نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم حاصل کرتے اور دوسروں تک پہنچاتے تھے۔ اہل الصنفہ نے بھی اپنی خوشی سے ہی محض عبادت کے علم کے لئے نہیں کٹے بیٹھے تھے بلکہ کسی کو اگر کوئی کام کاج ملتا تو اپنی پہلی حالت ترک کر دیتا یہی صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگی تھی ایسی طبعی زندگی جو علم، عمل، جہاد فی سبیل اللہ تمام صورتوں کو شامل تھی کہ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں طالب علم بھی ہیں اور اپنے اہل و اولاد کے درمیان بھی ہیں بالکل عصر حاضر کی معروف زندگی جیسی کیفیت وہ صحابہ جو کسی خاص عبادت میں دوسروں سے زیادہ تھے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ تو یہ بھی پہلی صورت سے مختلف نہیں ہے وہ مکمل شخصیت کے حامل تھے اور اس طرح کے فردی امتیازات تو کہیں کہیں ہوتے ہیں ان کے بارے میں امام جوینی نے درست فرمایا کہ: ”بدعات و خواہشات کی آگ نے ان معزز چہروں کو جھلسایا نہیں اور نہ ہی وہ اختلاف آراء کے جراثیم میں ہی جاگھسے جیسے وہ اندہ جو پھٹتا نہیں ہے“¹⁷۔

تابعین اور اکثر تبع تابعین بھی ایسے ہی تھے علم و عمل عبادت و فضل اور آداب شریعت کے التزام میں لوگوں سے ممتاز تھے اور خاص اسباب کی بناء پر ان میں سے کسی کسی پر شدید خوف اور رقت بھی طاری ہو جاتی تھی اگرچہ ان کے حالات بڑے عالی ہیں لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رضی اللہ عنہم ان سے بھی افضل ہیں اسی لئے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے شاگردوں سے فرماتے ہیں کہ: تم اگرچہ اصحاب

¹⁶(الموافقات از شاطبی مع تعلیق خضر حسین طبع دارالفکر: 2/113)

¹⁷(الغیاتی از عبدالملک بن عبداللہ الجوینی: 42)

رسول سے زیادہ نمازی اور روزے دارہو مگر وہ پھر بھی تم سے بہتر ہیں وہ کہنے لگے ابو عبدالرحمن آخر کیا وجہ ہے فرمایا کیونکہ وہ دنیا میں بڑے زاہد اور آخرت کے حریص تھے¹⁸۔

مدینہ میں ان عباد میں سے عامر بن عبداللہ بن زبیر بھی ہیں وہ روزوں میں وصال کرتے اور ان کے والد فرماتے کہ میں نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو ایسا کرتے نہیں دیکھا¹⁹۔

انہی میں صفوان بن سلیم بھی ہیں ثقہ ہیں ان کے متعلق احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”اس کی گفتگو میں شفاء ہے اور اس کے ذکر سے بارش ہوتی ہے یہ ٹھنڈی رات میں سطح زمین پر نماز پڑھتا تھا تاکہ نیند نہ آئے اس نے اللہ کو عہد دیا تھا کہ تاحیات اپنی کمر بستر پر نہ رکھے گا“¹³² ہجری میں فوت ہوئے اگر امام ذہبی کی اس کے بارے میں نقل کردہ بات واقعاً ایسے ہی ہے تو یہ خلاف سنت ہے آپ نے فرمایا: ”میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں“۔ انہی میں سے بصرہ میں طلق بن حبیب العنزلی بھی ہیں بڑے عمل پیرا تھے ایسے عطاء السلمی اس قدر روتے کہ نابینا ہو گئے²⁰۔

انہی میں کرز بن وبر الحارثی بھی ہیں جرجان کے رہائشی تھے بڑے ہی عابد وزاہد تھے ان کے بارے میں بھی ذہبی کہتے ہیں کہ: ”سلف صالحین میں ان جیسے عباد وزاہد اور اللہ سے ڈرنے والے اور قناعت کرنے والے تھے دنیا اور اس کی لذتوں کی پرواہ نہ کرتے تھے نہ متاخرین کی ایجاد کردہ اصطلاحات فناء اور اتحاد کے قائل و فاعل تھے“²¹۔

¹⁸(فتاویٰ ابن تیمیہ: 22/304)

¹⁹(سیر اعلام النبلاء از امام ذہبی: 5/219)

²⁰(سیر اعلام النبلاء: 4/601)

²¹(سیر اعلام النبلاء: 6/86)

انہی میں اسود بن یزید بن قیس الکوفی ہیں اس قدر روزے رکھتے اور عبادت کرتے کہ جسم سوکھ کر کانٹا ہو گیا تھا²²۔

ایسے ہی داؤد الطائی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ایک مکان کے وارث ہوئے لیکن جب اس کا کوئی حصہ خراب ہو جائے اس کی مرمت نہ کرتے تاآنکہ سارا گھر ہی ڈھ گیا اور یہ ایک کونے میں بیٹھے رہے کم کھانے کی وجہ سے انتہائی لاغر ہو گئے تھے²³۔

دوسری صدی ہجری میں عباد اور زہاد طبقے کی اس ظہور کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ اکثر لوگ دنیا کی طرف مائل ہو گئے تھے دنیا کو جمع کرتے اس مقابلہ کرتے²⁴۔

اس کے رد عمل میں بعض لوگ دنیا سے بالکل ہی الگ تھلگ ہو بیٹھے اس کے علاوہ بھی کچھ انفرادی اسباب ہوں گے کسی خاص صوبے یا شہر کے حوالے سے صرف ایک ہی مظہر کو تنہا سبب قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس کے بعد اس مشروع زہد اور تصوف کے اجتماع کا مرحلہ شروع ہوا جبکہ خاص صوفیت سے متعلق کتب لکھی گئیں اس کی مثال مالک بن دینار ہیں وہ ایسے امور کے داعی تھے جن پر سابقہ زہاد نہ تھے مثلاً معجزانہ زندگی، شادی نہ کرنا، خود تو شادی نہ کرتے ساتھ ہی کہتے بھی کہ کوئی شخص صدیقین کے مراتب تک اسی وقت

²²(صفوة الصفة: 3/23)

²³(صفوة الصفة: 3/139)

²⁴(مقدمہ ابن خلدون: 467)

پہنچ سکتا ہے جب وہ بیوی کو چھوڑ دے گویا وہ بیوہ ہو اور پھر کتوں کی رہنے کی جگہ چلا جائے²⁵۔

نیز کہتے ہیں کہ: مجھ پر ایک ایسا سال آیا کہ میں نے پورا سال گوشت نہ کھایا سوائے عید الاضحیٰ کے میں صرف اپنی قربانی کا گوشت کھاتا ہوں (تاریخ التصوف: 193)۔ اور اکثر کہا کرتے تھے کہ: ”میں نے بہت سی کتابوں میں پڑھا ہے میں نے تورات میں پڑھا ہے عیسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام سے مروی ہے کہ: ”میں تم سے حق کہتا ہوں، جو کھانا اور کتوں کے ساتھ سونا یہ بھی فردوس کی طلب میں نہایت کم ہے“ یا کہتے ”اللہ نے نبیوں میں سے ایک نبی کی طرف وحی کی....“ یا کہتے ”میں نے زبور میں پڑھا ہے....“²⁶۔

کتب تراجم میں ان کے حالات زندگی پڑھتے وقت یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ وہ قدیم کتابوں کی زہاد و عباد سے متعلق عبارات سے متاثر تھے اور یہ بھی واضح ہے کہ ان کتابوں میں تحریف ہو چکی ہے اور ہمیں ان پر عمل کرنے کا حکم نہیں بلکہ ان سے روکا گیا ہے۔

عبدالواحد بن زید اور رابعہ عدویہ²⁷ بھی اسی مرحلے میں شامل ہیں۔

ابن تیمیہ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فرماتے ہیں: بعض علماء نے کہا کہ جو اللہ کی عبادت اس کے اکیلے کی محبت میں کرے وہ زندیق ہے اور جو اس کی عبادت اس کے خوف سے کرے وہ مومن موحد ہے²⁸۔

²⁵(حاشیہ: سیر اعلام النبلاء: 8/156 نیز تاریخ التصوف از عبدالرحمن بدوی نیز حلیۃ الاولیاء: 2/359 سیر اعلام النبلاء کے محقق شیخ شعیب فرماتے ہیں: صدیقین کی منزل اس عجمی خلاف سنت طرز عمل سے حاصل نہیں کی جاسکتی آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے شادی ترک کر کے رہبانیت اختیار کرنے کے خلاف صحیح حدیث ثابت ہے)۔

²⁶(ملاحظہ ہو ان کے حالات زندگی حلیۃ الاولیاء: 2/357)

²⁷(حاشیہ: رابعہ عدویہ کے بارے میں امام ابو داؤد نے کلام کیا ہے اور اس پر زندیق کی تہمت لگائی ہے شاید انہیں اس کے بارے میں کچھ معلوم ہو یہ بیت المقدس میں 185 ہجری میں فوت ہوئی ملاحظہ ہو البدایہ والنہایہ: 10/186)۔

بندے اور رب کے درمیان محبت کی تعبیر کے لئے اسی نے ایجاد کیا اور پھر اس کے بارے میں صوفیاء موضوع احادیث پیش کرنے لگے مثلاً: ”جب میرے بندے پر میرا شغل غالب ہو جائے میں اس کی نعمت ولذت اپنے ذکر میں بنادیتا ہوں وہ مجھ سے عشق کرتا ہے میں اس سے عشق کرتا ہوں“ اس میں عبادت کی ترغیب جنت کی طمع یا جہنم کے خوف سے نہیں بلکہ اللہ کی محبت میں ہے جبکہ یہ آیت کریمہ کے خلاف ہے فرمایا:

يَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا (الانبیاء: 90)

وہ پکارتے ہیں شوق سے ڈر کر۔

یا جیسے رابعہ عدویہ نے ایک آدمی کو دیکھا جو اپنے بچے کو سینے سے چمٹا کر اس کا بوسہ لے رہا تھا یہ دیکھ کر کہنے لگی کہ میں نہیں سمجھتی تھی کہ تیرے دل میں اللہ تبارک اسمہ کی محبت کے علاوہ کے لئے بھی جگہ خالی ہے²⁹۔

یہ تو تکلف اور بے فائدہ تعمق ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ تو اپنی بیٹیوں کی اولاد کا بوسہ بھی لیتے ان سے محبت بھی کرتے تھے۔ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اس ارتقاء کے متعلق فرماتے ہیں: تابعین کے آخر عہد میں یہ تین چیزیں نکلیں۔ رائے، کلام، تصوف اکثر اہل الرائے کوفہ میں اور متکلمین اور صوفیاء بصرہ میں تھے اور پھر حسن اور ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد عمرو بن عبید اور واصل بن عطاء اور احمد بن علی الہجیمی³⁰ ظاہر ہوئے اس آخری نے صوفیوں کے لئے چھوٹا سا گھر بنادیا

²⁸(الفتاوی: 10/81)

²⁹(سیر اعلام النبلاء: 8/156)

³⁰(یہ شیخ البصرہ عبدالواحد بن زید کاشاگرد تھا تقدیر کے بارے میں کلام کرتا تھا اس نے بصرہ میں عابد بن کے لئے ایک گھر وقف کر رکھا تھا دارقطنی کہتے ہیں: متروک الحدیث ہے۔ ذہبی کہتے ہیں: حدیث نہیں جانتا لیکن نیک بندہ ہے قدر میں کلام کرنے لگا ہم صوفیوں کی باطلیات سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اس کی وفات 200 ہجری میں ہوئی ملاحظہ ہو سیرا اعلام النبلاء: 9/408)

یہ اسلام میں پہلی تعمیر تھی (یعنی ذکر و سماع کے لئے) چنانچہ انہوں نے عبادت کا خاص طریقہ مقرر کر کے اسے اختیار کر لیا نیز شرعی عبادت کا التزام بھی کرتے ایسے ہی سماع اور ذکر بالجہر کرنے لگے اہل مدینہ قول و عمل میں ان سے قریب تھے البتہ شامیوں کی اکثریت مجاہد تھی³¹۔

ایسے ہی ابن جوزی اس ارتقاء کو مختصراً بیان کرتے ہیں: عہد رسول ﷺ میں لفظ مومن یا مسلم تھا پھر زاہد و عابد کا لفظ نکل آیا پھر کچھ لوگ آئے اور زہد و عبادت کا اہتمام کرنے لگے اور اس کے لئے الگ الگ طریقے بنانے لگے پہلی قوموں کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا شیطان نے پہلوں کو التباس میں ڈالا پھر ان کے بعد والوں کو تا آنکہ آخری والوں پر مکمل کنٹرول حاصل کر لیا³²۔

جن لوگوں نے الگ طریقہ اختیار کیا ابن جوزی نے انہیں پہلے لوگ قرار دیا وہ لوگ تھے جنہوں نے زہد اور تعمق (یعنی تکلف اور مینہ کاری، بال کی کھال اتارنا) اور تشدد اور وساوس و خطرات کی تفتیش ان سب کو بیک وقت اختیار کیا جو کہ ان سے پہلے لوگوں میں نہ تھا اسی قسم کے لوگوں کے بارے میں ہم آئندہ فصل میں کلام کریں گے ان شاء اللہ۔

دوسری فصل: ابتدائی صوفیہ

صوفیت ترقی کرتے ہوئے غلو تک جا پہنچی جب ان میں کچھ خارجی عناصر داخل ہوئے تو صوفیاء عملی بدعات سے قولی اور اعتقادی بدعات میں مبتلا ہو گئے جیسے ہر فرقہ ابتداء میں جمنا شروع ہوتا ہے پھر جڑ پکڑ لیتا ہے پھر اس

³¹(فتاویٰ ابن تیمیہ: 10/359)

³²(تلبیس ابلیس: 161)

کی شاخیں نکلتی ہیں پھر وہ غلو اور گمراہی میں بڑھتا ہی چلا جاتا ہے اس ارتقاء کو تین مراحل میں تقسیم کیا جاسکتا ہے :

- 1 ابتدائی صوفیاء اور ان کے متبعین
- 2 صوفیت میں مخصوص اصطلاحات کا ظاہر ہونا
- 3 ان میں تنگ یونانی فلسفے کا داخل ہونا اور اتحاد اور وحدت الوجود جیسے عقائد کا ظاہر ہونا۔

یہ تمام مرحلے یا طبقے (طبقے سے ہماری مراد ایک منہج وطریق والے افراد ہیں کوئی ایک نسل نہیں جیسا کہ طبقات کی کتابوں میں مؤرخین کی اصطلاح ہے) ایک دوسرے سے الگ نہیں کہ مخصوص دور تک پہنچ کر ختم ہو گئے بلکہ مرحلہ اپنے سے برابر والے مرحلے کا ذمہ دار ہے لیکن یہ ارتقاء غالباً اسلامی زمانوں میں ہوا ان کی ابتداء میں غلو نہ تھا بلکہ تصوف انحراف کی انتہاء تک ساتویں ہجری میں پہنچی اور اس کے ذمہ دار ابن عربی اور ابن فارض جیسے لوگ تھے آج کل کی صوفیت علمی اور عملی دونوں طرح کے انحراف سے گڈ مڈ ہے ایسے لوگ ہمیشہ رہے ہیں جو بلا علم و باعلم دونوں طرح غالی صوفیاء کے اقوال دہراتے ہیں تیسری صدی کے پہلے مرحلے کے مشہور صوفیاء میں جنید بغدادی³³ اور سری سقطی³⁴ ہی ہیں اور چوتھی صدی میں ابوطالب المکی³⁵ اور پانچویں صدی کے شروع میں ابو عبدالرحمن السلمی³⁶ ہیں ان

³³(ان کا نام ابوالقاسم الخزار تھا اصل میں نہاوند کے تھے البتہ پیدا بغداد میں ہوئے ان کا قول ہے کہ: "اللہ تک پہنچنے کا راستہ مخلوق پر بند ہے البتہ متقین کے لئے رسول اللہ ﷺ کے آثار کا راستہ لازم ہے۔" ابو ثور سے فقہ سیکھی 298 ہجری میں فوت ہوئے ملاحظہ ہو صفة الصفة: 2/416)

³⁴ان کا نام سری بن مغلس تھا جنید بغدادی کے ماموں اور استاذ تھے تنہائی پسند تھے محبت کے بارے میں گفتگو کر کے جنت کی لالچ یا جہنم کے خوف کے بارے میں گفتگو نہ کرتے کہا کرتے کہ: "سنت میں کم رہنا بدعت میں زیادہ رہنے سے بہتر ہے" 253 ہجری میں فوت ہوئے ملاحظہ ہو طبقات الشعرا: 1/74)

³⁵ان کا نام محمد بن عطیہ تھا نیک آدمی تھے قوت القلوب میں بعض موضوع احادیث ذکر کی ہیں لوگوں نے بعض باتوں میں انہیں بدعتی قرار دے کر چھوڑ دیا تھا۔ 386 ہجری میں فوت ہوئے ملاحظہ ہو البداية والنهاية: 11/319)

کے فوراً بعد ہی حلاج ظاہر ہوا جو حلوں کا قائل تھا لیکن یہ نظریہ صوفیت کے گزشتہ ادوار کی نسبت کمیاب تھا چنانچہ یہ تقسیم پر مرحلے میں غالب عقیدہ و عمل کے اعتبار سے ہے۔

ابتدائی تصوف

اپنی ابتداء میں تصوف تصفیہ روح کے لئے چند نفسانی ریاضتوں، جسمانی مشقتوں معروف کسر نفس اور طبعی مجاہدوں سے معروف تھا یہ تزکیہ روح جو سلف کے ہاں بلا تکلف ہی حاصل ہوجاتا تھا جب ایک مکمل تربیت و مشق کا نتیجہ جاٹھرا تو ہم نے دیکھ لیا کہ اس تزکیہ کے حصول کے لئے تشدد و تکلف اور اخلاص کی جانچ پڑتال اور چھانٹ پھٹک جو وساوس کی حد تک لے جاتے کا طریقہ اختیار کرنا پڑتا ہم ان کے اقوال و احوال میں اس بات کی تائید دیکھتے ہیں جنید بغدادی جسے اس جماعت کا سرغنہ کہا جاتا ہے کہتے ہیں: ہم نے تصوف قیل و قال سے نہیں بلکہ بھوک، ترک دنیا اور آسائش چھوڑ کر حاصل کیا ہے³⁷۔ معروف کرخی بیان کرتا ہے کہ: میں ایک عرصہ روزے سے رہا اگر کھانے کی طرف بلایا جاتا تو کھا لیتا اور یہ نہ کہتا کہ روزے سے ہوں³⁸۔ نیز بشر الحانی³⁹ کہتا ہے: میں پچاس سال بھنے گوشت اور چپاتی کی تمنا کرتا رہا پر میرے پاس ایک درہم نہ ہوا⁴⁰۔

³⁶ ان کا نام محمد بن حسین الازدی السلمی تھا صوفیاء کی احادیث کا اہتمام کرتے ان کے لئے ان ہی کی طرز پر ایک تفسیر بھی لکھی ان کے بارے میں محمد یوسف بن القطان النیسابوری فرماتے ہیں: ثقہ نہیں صوفیہ کے لئے احادیث گھڑتا ہے اس کی تفسیر میں بھی ناجائز باتیں ہیں ان کی وفات 412 ہجری میں ہوئی ملاحظہ ہو سیر اعلام النبلاء: 17/247

³⁷ (سیر اعلام النبلاء: 14/69)

³⁸ (صفة الصفة: 2/329)

³⁹ اس کا نام بشر بن حارث ہے عبادت میں لگ کر لوگوں سے الگ رہا اس کی عبادت و ورع اور قربانی میں اس کی تعریف کی جاتی اس کی تین بہنیں بھی اسی طرح تھیں 227 ہجری میں فوت ہوا۔ سیر اعلام النبلاء: 10/41

⁴⁰ (صفة الصفة: 2/392)

جنید بغدادی نے اپنے شیخ سری السقطی کے صراحی کا ایک ٹوٹا حصہ دیکھ کر اس کے بارے میں پوچھا تو وہ کہنے لگے کہ میری بیٹی نے اس میں میرے لئے پانی ٹھنڈا کیا پھر مجھے نیند نے آیا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بڑی خوبصورت لڑکی ہے میں نے پوچھا تو کیسے ملے گی کہنے لگی جو ٹھنڈا پانی نہ پیتا ہو میں نے وہ صراحی اپنے ہاتھ سے توڑ ڈالی⁴¹۔

جنید بغدادی اپنے بزرگوں سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جب وہ سوجاتے تو انہیں پکارا جاتا کیا تو مجھ سے سوتا ہے اگر تو سویا تو میں تجھے کوڑے ماروں گا۔ ایسے ہی غزالی سہل بن عبداللہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ چھوٹے کھجور کے پتے کھاتے اور غزالی کو خود بھی جنگلوں میں چلے جانے پر آمادہ کرتے اور یہ شرط لگاتے کہ گھاس پھوس کھانے کی عادت بنالے گا۔ ابونصر السراج کے نزدیک صوفیت کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ عزت پر ذلت کو ترجیح دے گا اور نرمی پر سختی کو پسند کرے گا⁴²۔

انہوں نے اس شخص کے لئے جو ان کے حلقے میں داخل ہونا چاہے یا ان کا مرید ہو اس کے لئے ایک دستور بنا رکھا تھا جس میں یہ ہے کہ مال چھوڑے گا جیسا کہ قشیری نے اپنے رسالہ میں ذکر کیا ہے اور آہستہ آہستہ خوراک کم کر دے گا اور کبھی شادی نہ کرے گا⁴³۔

ابوطالب المکی اپنے مرید سے مطالبہ کرتا کہ وہ دن اور رات میں دوچپاتی سے زیادہ نہ کھائے⁴⁴۔

⁴¹(التعرف از کلابازی: 155)

⁴²(اللمع: 28)

⁴³(الاعتصام از شاطبی: 1/214)

⁴⁴(تلبیس ابلیس: 141)

اور جنید اپنے مرید سے کہتا کہ وہ حدیث پاک نہ پڑھے (اکثر اس کا مقصد یہ ہوتا کہ تزکیہ نفس کی ابتداء میں اصطلاحات حدیث کی گہرائی میں نہ جائے کیونکہ حدیث پڑھنا ترک کر دینا تو کفر میں مبتلا کر دیتا ہے) یہ تمام امور اس اعتدال اور آسان دین حنیف اور طریق صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف ہیں اس مرحلے کے امتیازات درج ذیل ہیں :

1 سماع: کا ایجاد ہونا اس سے زہد پر مشتمل دل نرمادینے والے قصیدوں کا سننا مراد ہے یا ایسے قصیدے جن میں غزلیات ہوتیں اور کہتے کہ ہمارا مقصد ان سے رسول ﷺ ہیں اور جو اسے سناتا اسے قوال کہتے اور گانے کا لہجہ استعمال کرتے ۔

2 ایک خاص طرز جسے صوفیت کہتے کے متعلق کلام کرنا اور ہمارا طریقہ ، ہمارا مذہب ، ہمارا علم جیسے لفظ کا ظاہر ہونا جنید بغدادی کہتے ہیں : ہمارا یہ علم حدیث رسول ﷺ سے ملا ہوا ہے ⁴⁵ ۔

اور ابو سلیمان الدارانی کہتا ہے : ”میرے دل میں بسا اوقات قوم کے نکات میں سے کوئی ایک نکتہ آتا تو اسے کتاب و سنت و وعادل گواہوں کے بغیر قبول نہ کرتا ⁴⁶ ۔

یہاں قوم سے اس کی مراد خاص قوم ہے یعنی صوفیاء۔

3 ایسی کتب لکھی گئیں جو زہد و زہاد سے متعلق صحیح و سقیم احادیث سے بھری پڑی ہیں اور نفسانی و قلبی خطرات اور فقر و فاقہ کی طرف دعوت سے بھری پڑی ہیں اور اہل کتاب کی روایات نقل کرتی ہیں مثلاً حارث محاربی

⁴⁵(مدارج السالکین از ابن القیم : 3/142)

⁴⁶(مدارج السالکین از ابن القیم : 3/142)

کی کتابیں، ابوطالب المکی کی قوت القلوب، ابو عبد الرحمن السلمی کی تفسیر، ابونعیم الاصبہانی کی حلیۃ الاولیاء ابن خلدون فرماتے ہیں: ان کا اصل طریق محاسبہ نفس اور لذات کے متعلق کلام تھا پھر انہوں نے ترقی کی اور اس فن میں تالیف کرنے لگے چنانچہ ورع اور محاسبہ کے متعلق کتابیں لکھیں جیسا کہ قشیری نے الرسالہ میں کیا یہ اس وقت کی بات ہے جب طریقہ محض عبادت ہی رہ گیا⁴⁷۔

اس مرحلہ سے متعلق ہمارا تبصرہ

1 یہ عبادات میں تکلف و تشددان جائز امور کا ترک کر دینا ہے جس کی مثال سلف رضی اللہ عنہم میں نہیں ملتی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم گوشت کھاتے تھے، میٹھی اشیاء پسند کرتے تھے آپ کے لئے ٹھنڈا پانی شیریں بنایا جاتا⁴⁸۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی صحابی کو مال و متاع ضائع ترک کرنے کا حکم نہیں دیا نہ ہی دین میں تشدد ہمیشہ روزہ رکھنا یا ہمیشہ قیام کرنا تو یہود و نصاریٰ کے راہبوں کا وطیرہ ہے⁴⁹۔

شادی نہ کرنا ہمیشہ بھوکا رہنا اس تبتل (گوشہ نشینی) کے مترادف ہے جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض صحابہ کو منع فرمایا یہی وجہ تھی کہ ابن عطاء الادمی فرماتے ہیں کہ: اللہ ہماری عقلیں درست رکھے جو بھوک اور ریاضت کی تنگی کو اپنی عقل کے زوال کا سبب بنالے وہ نافرمان گناہ گار ہے⁵⁰۔

⁴⁷(ابن خلدون: 469)

⁴⁸(تلبیس ابلیس: 151)

⁴⁹(حجة الله البالغة از شاہ ولی اللہ دہلوی: 20)

⁵⁰(سیر اعلام النبلاء: 14/153)

جنگلوں میں نکل جانا اس سے روکا گیا ہے یہ رہبانیت کی بدعت ہے ابوداؤد میں ابواسامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ سیاحت کی اجازت دیجئے آپ نے فرمایا: میری امت کی سیاحت جہاد میں ہے⁵¹۔

امام ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جنگل میں نکل جانا اس امت کا شیوہ نہیں⁵²۔

امام ذہبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: طریق محمدی بہترین ہے وہ یہ ہے کہ پاکیزہ چیزیں اختیار کرنا اور جائز خواہشات بلا اسراف پوری کرنا ہمارے لئے رہبانیت، وصال (مسلسل روزہ رکھنا اور افطار نہ کرنا) اور ہمیشہ روزہ رکھنا، ہمیشہ بھوکے رہنا مشروع نہیں کیا گیا علماء نے رہبانیت کی راہ کا انکار کیا ہے⁵³۔

صوفیاء پر شیطان نے التباس ڈالا کہ سارا مال ترک کر دیں اگرچہ ان کی نیتیں اچھی ہوتی ہیں مگر اعمال غلط ہیں اور حارث محاسبی اور غزالی جیسے لوگوں سے تعجب ہے کہ وہ اس میں کیسے گریڑے اور کیونکر ترغیب دیتے تھے اور حارث محاربی کی دلیل کہ عبدالرحمن بن عوف کے کھڑا کئے جانے کا قصہ ثابت نہیں نہ ہی اللہ نے انہیں مال جمع کرنے سے منع کیا بلکہ مال جمع کر رکھنے سے منع کیا⁵⁴ جبکہ وہ بکثرت انفاق فی سبیل اللہ کرتے تھے۔

سلف صالحین جنہوں نے صحیح معنوں میں اسلام سمجھا انہوں نے تکلف و تشدد کی راہ اختیار نہ کی سیدالتابعین سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے ان کے غلام نے کہا یہ لوگ (صوفیاء) بڑا بہترین عمل کرتے ہیں کہنے لگے کیا کرتے ہیں؟ کہنے لگا

⁵¹(سنن ابی داؤد کتاب الجہاد: 3/5)

⁵²(اقتضاء الصراط المستقیم: 105) اس سلسلے میں انہوں نے امام احمد کا ایک قول بھی نقل کیا ہے

⁵³(سیر اعلام النبلاء: 12/89)

⁵⁴(تلبیس ابلیس: 180)

ظہر پڑھ کر عصر تک قیام کرتے ہیں فرمانے لگے تیری خرابی ہو برد اللہ کی قسم یہ عبادت نہیں تو کیا جانے عبادت کیا ہے عبادت یہ ہے کہ اللہ کے حکم میں غور کیا جائے اور اس کے حرام کردہ امور سے دور رہا جائے⁵⁵۔

جسم نفس کی سواری ہے اگر جسم کو اس کا حق نہ دیا جائے تو یہ نفس کی بھاری بھرکم بوجھ نہیں اٹھاتا لیکن جب ناجائز زہد، ترک دنیا، بھوکے رہنا، گوشت نہ کھانا، بھوسی ٹکڑے کھانا، اور چلو بھر پانی پینا ایسی بدعات رونما ہوں تو جسم پر نفس کے خطرات لازم ہو جاتے ہیں اکثر سنا جاتا ہے کہ بھوک یا نیند نہ کرنے کی وجہ سے نقصانات ہوئے بسا اوقات انسان نفسیاتی مریض بن جاتا ہے عبادت کا حصول دنیاوی زندگی ہی میں ممکن ہے اور دنیاوی زندگی بدن کی سلامتی پر موقوف ہے⁵⁶۔

ترک دنیا نہ تو کتاب اللہ سے ثابت ہے نہ ہی سنت سے ایسا کرنے میں مذموم دنیاوی نقصان ہے جس کا آخرت میں کچھ فائدہ نہیں⁵⁷۔

حقیقی زہد دنیا میں رہ کر ہی ممکن ہے کہ دنیا کا سونا اور مٹی دونوں ہی برابر ہو جائیں زہد یہ ہے کہ لوگوں کی ناجائز تعریف و مذمت سے بچے جو ایسا بن جائے وہ پاکیزہ دل کا مالک ہے اور اگر اس میں سے کچھ خلاف شرع صادر ہو تو ہم اس کی بدعت اس کے چہرے پر مار کر اس کا رد کر دیں گے⁵⁸۔

عباسی خلیفہ منصور کی عمرو بن عبید المعتزلی نے مدح بیان کی کہ وہ بڑا زاہد ہے اس پر ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا کہ: زہد اصلاح کی دلیل نہیں کیونکہ اکثر رہبان

⁵⁵(طبقات ابن سعد: 5/135)

⁵⁶(الذریعہ الی مکارم الشریعہ از امام راغب اصفہانی: 153)

⁵⁷(فتاویٰ ابن تیمیہ: 20/148)

⁵⁸(ابجد العلوم: 2/374)

کے پاس اس قدر زہد تھا جس کی منصور اور اکثر مسلمان استطاعت نہیں رکھتے

59

2 عوام ان لوگوں کی عبادت دیکھ کر انہیں صحابہ سے افضل سمجھنے لگتی ہے کیونکہ لوگ نہیں جانتے کہ صحابہ کیسے تھے وہ عجیب و غریب حرکات اور تشدد سے حیران ہوتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ شریعت راہ اعتدال کا نام ہے آثار و سنن سے کم واقفیت ہی لوگوں کو اس تشدد میں مبتلا کرتی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ شریعت کا مقصد محض عمل ہے اور اس کے لئے علم کی ضرورت نہیں یہ ناممکن ہے کہ اسلامی تشخص کا معیار لوگ ہوں جیسا بعض صحابہ سے بھی ثابت ہے تو میں یہ نہیں کہوں گا کہ ان کے آثار کی اتباع ہمارے لئے ممکن نہیں اور ہم اس راہ پر نہیں چل سکتے۔

3 انہوں نے سماع ایجاد کیا جس کے متعلق امام شافعی رحمہ اللہ بغداد کی زیارت کے فرماتے ہیں: میں اپنے پیچھے بغداد میں ایسا کام چھوڑ کر آ رہا ہوں جسے لوگ سماع کہتے ہیں وہ اس کے ذریعے لوگوں کو قرآن سے روکتے ہیں⁶⁰ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ بدعت دوسری صدی کے آخر میں نکلی اور اسے نکالنے والے بہترین صوفیاء تھے⁶¹۔

نیز فرماتے ہیں: یہ گانے والے قصیدے اور ان پر مجمع لگانا ان میں اکبر شیوخ حاضر نہ ہوئے جیسے فضیل بن عیاض اور ابراہیم بن ادہم اور کرخی

⁵⁹(البدایة والنہایة: 10/80)

⁶⁰(ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب امام شافعی رحمہ اللہ اس سماع زہد سے متعلق یہ کہہ رہے ہیں تو اس سماع کے بارے میں کیا کہتے جس میں عجیب و غریب کلام ہوتا ہے ملاحظہ ہو: اغاثة اللہمان: 1/239)

⁶¹(الاستقامة: 1/297)

کچھ لوگ حاضر ہوئے پھر تائب ہو گئے اور جنید بغدادی اپنی آخری عمر میں حاضر نہ ہوئے⁶²۔

4 گفتگو کی ابتداء میں ایک خاص طرز جس کا نام صوفیت رکھا گیا سے ہوئی اور کوئی اعتراض کر سکتا ہے کہ اگر مسئلہ نام رکھ لینے کا ہے تو یہ عمل فقہ شافعی اور فقہ مالکی بلکہ حدیث سے بھی منسوب ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نام ایسے علم شرعی کی طرف منسوب ہیں جسے اللہ اور اس کا رسول پسند فرماتا ہے مثلاً علم فقہ و حدیث نیز ان علوم کی طرف ان ناموں کا انتساب کسی شخص معین کے ارد گرد تعصب کا سبب نہیں چنانچہ ان میں کوئی رکاوٹ نہیں اور انتساب شرعی اعتبار سے اچھا ہو سکتا ہے جیسے مہاجرون اور انصار ایسے ہی جائز و مباح بھی ہوتا ہے جیسے قبائل اور شہروں کی طرف نسبت اور کبھی مکروہ و حرام بھی ہوتا ہے جیسے ایسی نسبت جو بدعت اور نافرمانی کا سبب ہو⁶³۔

5 اس دور میں لکھی جانے والی کتب جن میں چند کا ہم نے تذکرہ بھی کیا ہے ان کے بارے میں علماء کی آراء درج ذیل ہیں :

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ قوت القلوب کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس میں باطل اور موضوع احادیث ہیں اور ”حلیۃ الاولیاء از ابی نعیم“ کے متعلق فرماتے ہیں کہ: انہیں صوفیاء میں ابوبکر و عمر و عثمان و علی و دیگر اجلہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو شامل کرتے ہوئے ذرا شرم نہ آئی⁶⁴۔

⁶²(فتاویٰ ابن تیمیہ: 11/534)

⁶³(اقتضاء الصرا المستقیم: 71)

⁶⁴(تلبیس ابلیس: 165)

ابو زرعه الرازی رضی اللہ عنہ سے محاسبی کی کتابوں کے متعلق پوچھا گیا تو فرمانے لگے ان کتابوں سے دور رہو ان سے کہا گیا کہ ان میں عبرتیں ہیں فرمانے لگے جس کے لئے اللہ کی کتاب میں عبرت نہ ہو اس کے لئے ان میں بھی عبرت نہیں ہو سکتی ⁶⁵۔

6 اس ابتدائی مرحلے سے معلوم ہوتا ہے کہ تصفیہ روح کے لئے جسم کو تکلیف دینا اور آسائشوں سے پرہیز کرنا یہ نصاریٰ سے متاثر ہونے کی بناء پر تھا امام احمد بن ابوحواری حرمہ کی ایک کٹیا میں بیٹھے راہب سے اپنی ملاقات کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اس کی رہبانیت کی وجہ پوچھی تو وہ کہنے لگا جسم زمین سے پیدا کیا گیا ہے اور روح کو آسمان کی بادشاہت سے سو جب اس کا بدن بھوکا رہے اور اسے بے لباس کر دے اور اسے مسلسل بیدار رکھے روح واپس اس جگہ چلی جاتی ہے جہاں سے نکلی تھی اور جب بدن اسے کھلائے اور آرام دے تو زمین پر ہی رہتی ہے اور دنیا سے محبت کرنے لگتی ہے ابوحواری نے راہب سے ہونے والی یہ گفتگو اپنے شیخ ابو سلیمان الدرانی کے سامنے ذکر کی تو کہنے لگے کہ: وہ باتیں بناتے ہیں۔ گویا انہوں نے راہب کی گفتگو سے تعجب کیا اسے لئے امام ذہبی رضی اللہ عنہ اس پر لکھتے ہیں کہ طریق محمدی بہترین ہے ⁶⁶۔

اس طبقے صوفیاء اپنے زہد اور ترک دنیا میں سچے تھے لیکن ان میں ایسا تکلف و تشدد و سوسے تھے جن کا شریعت حکم نہیں کرتی بلکہ انہیں پسند بھی نہیں کرتی ہم یہ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ یہ مسلمانوں کے عقائد خراب کرنا چاہتے تھے جیسا کہ شیعہ نے تشیع کو سیاسی طور پر لیا اور پھر اسے باطنیت کی کیچڑ

⁶⁵(تلییس ابلیس: 167)

⁶⁶(سیر اعلام النبلاء: 12/89)

میں ڈال دیا⁶⁷ یہی وجہ ہے کہ ان سے بسا اوقات ایسے الفاظ صادر ہوئے جن کے بارے میں سوچنے پر ہم مجبور ہو جاتے ہیں مثلاً جنید بغدادی نے شبلی سے کہا کہ: ہم نے یہ علم حاصل کر کے اسے ”انڈر ورلڈ“ چھپائے رکھا پھر تو نے آکر اسے ساری خلقت کے سامنے آشکارا کر دیا⁶⁸۔

ایسے ہی بعض علماء کی طرف منسوب کلمات سے ان سے ناممکن ہیں مثلاً جنید بغدادی کا کہنا کہ ”عقلاء کی عقل حیرت میں پڑ گئی“ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: اس میں نظر ہے کیا یہ انہوں نے ہی کہا ہے؟ جبکہ جنید پر استقامت غالب رہی ہے⁶⁹ یہ پہلے طبقے کی حالت ہے اس میں مشروع و غیر مشروع زہد خلط ملط تھا نیز ان کے عابدانہ حالات اور ادکار اور ریاکاری سے دوری اچھی صفات ہیں۔ اس کے بعد معاملہ ترقی کرتا ہے اس میں ایسی اصطلاحات داخل کر دی جاتی ہیں جن میں کچھ حق اور کچھ باطل ہیں یا دونوں کا احتمال رکھتی ہیں انحراف بڑھ جاتا ہے سنت سے دوری اور اس کے متعلق وسعت نظری اور کشادہ ہو جاتی ہے اس کے بارے میں ہم آئندہ فصل میں گفتگو کریں گے ان شاء اللہ۔

تیسری فصل: اصطلاحات اور غیر یقینی صورتحال

سنت سے کسی بھی طرح کا انحراف وقت گزرتے بڑھتا جاتا ہے پر طرف سے یکجا ہونے والے معاون حالات غلط اجتہاد اور باطل نظریات سبب بنتے ہیں سو

⁶⁷ شیخ رشید رضا کہتے ہیں: طویل بحث و تمحیص کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ان لوگوں کی اکثریت جنہوں نے نصوص شریعت کو بلائے طاق رکھ کر اپنے اقوال و کتب کو مقدم کیا اور وہ صوفیت کا لبادہ اوڑھے تھے وہ درحقیقت باطنی تھے پھر اکثر مسلمان ان کی حقیقت جانے بنا ان کی تقلید کرنے لگے۔ (تاریخ الامم: 1/115)

⁶⁸ (التصرف از کلابازی: 145)

⁶⁹ جنید اور ان جیسے دیگر صوفیاء کے متعلق ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا منہج ان کے حق میں عذر پیش کرنا اور یہ کہنا کہ ان سے ایسے الفاظ کا صدور ناممکن ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ انہیں زہد و عبادت میں سچا جانتے تھے اور بلاشبہ یہ منہج بالکل درست ہے اس اعتبار سے کہ مسلمان کی دین میں احتیاط غالب رہتی ہے تاآنکہ وہ رجال کے چکر میں نہ پڑ جائے لیکن جب ہم جنید اور اس جیسے دیگر صوفیاء کے بارے میں بنظر عمیق دیکھتے ہیں تو بات دوسری ہو جاتی ہے کہ ان کے اکثر اقوال یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ صوفیت کی بنیاد ڈالنے والوں میں سے ہیں

شگاف بڑھتا جاتا ہے اور باطل قوت پکڑ لیتا ہے تیسری صدی کے اختتام پر صوفیت اپنی ہی مشکل کے ساتھ ساتھ ایسی پوشیدہ اور مبہم اصلاحات میں واقع ہو گئی جن پر صوفی اپنی منشاء کے مطابق تفسیر کرتا نیا صوفی ان کی بیزار تفسیر کرتا اور پکا صوفی اپنے غلو و ضلالت کے مطابق ان کی تفسیر کرتا اور اصطلاحات کی یہ شکل اور ان کا واضح نہ ہونا ہم سے پہلی امتوں کی گمراہی کا بھی سبب رہا ہے ایسے مبہم کلمات جو حق و باطل دونوں کا احتمال رکھتے نصاریٰ کے عقیدہ الوہیت مسیح عَلَيْهِ السَّلَام کا سبب بنے جب اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انہیں ”رُوحِ مَنَّةٍ“ یعنی اپنی روح کہا تو اس کا معنی یہ نہ تھا کہ وہ اس کا جزء ہے بلکہ یہ نسبت اعزازی تھی جیسا کہ اللہ فرماتا ہے کہ: ”ناقة اللہ“ یعنی اللہ کی اونٹنی یا بعض صحابہ کرام رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ کو اسد اللہ یعنی اللہ کا شیر یا سیف اللہ یعنی اللہ کی تلوار کہا جاتا ہے یا اللہ کا فرمان کہ: سخر لكم ما في السموات وما في الارض جميعا منه۔ یعنی اس نے تابع کر دیا ہے تمہارے وہ سب جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین پر ہے سب اسی سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے مشتبه کے پیچھے لگنے والے سے منع کیا ہے اور مشتبه کو محکم کی طرف لوٹانے کا حکم دیا ہے اور محکم اللہ کا یہ فرمان ہے کہ: قل هو الله احد الله الصمد لم يلد ولم يولد..... یعنی کہہ دیجئے شان یہ ہے کہ اللہ ایک ہے وہ بے نیاز ہے نہ اس نے جنا نہ وہ ہی جنا گیا۔ امام احمد رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فرماتے ہیں: عيسى عَلَيْهِ السَّلَام کلمہ کُن ”ہو جا“ سے پیدا ہوئے نہ کہ وہ خود ہی کلمہ کُن ہیں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے بارے میں فرمایا کہ: ولا تلبسوا الحق بالباطل یعنی حق و باطل خلط ملط نہ کرو۔⁷⁰

صوفیہ نے اپنی اصطلاحات میں فناء و بقاء، صحو، محو، تجرید، تغرید کے بارے میں کلام کیا ہے یہ الفاظ حق اور باطل دونوں کا احتمال رکھتے ہیں بلکہ باطل کے زیادہ قریب ہیں ان کے مؤلفین بھی ان اصطلاحات کے ایجاد کئے جانے کا اعتراف

⁷⁰(التصرف لمذهب التصوف: 111)

کرتے ہیں۔ ابوبکر کلابازی کہتا ہے: صوفیوں کی ان کے ہاں منفرد عبارات و اصطلاحات ہیں جنہیں ان کے سوا کوئی استعمال نہیں کرتا۔

ان اصطلاحات کو سب سے پہلے استعمال کرنے والے ابو حمزہ الصوفی البغدادی (متوفی 296 ہجری) بسطانی اور ابو یزید الخزار (متوفی 277 ہجری) تھے۔

ان کی اصطلاحات کی چند مثالیں اور تعریفیں ذکر کرنے کے بعد ہم ان کے نتائج کے متعلق گفتگو کریں گے:

1 الفنا: اس مبہم و مجمل لفظ سے باطل بلکہ کفر مراد ہے صوفیاء اس سے ”ایک ہی وجود سے معدوم ہو جانا“ مراد لیتے ہیں یعنی اللہ سبحانہ کے سوا کوئی موجود نہیں اور اس کے سوا کسی کا وجود حقیقی نہیں اس عقیدہ وحدت الوجود کے متعلق ہم آئندہ بحث میں گفتگو کریں گے (ان شاء اللہ)

2 اس لفظ فناء کا یہ معنی بھی ہے کہ لوگوں اور خلقت سے غائب ہونا اور اللہ کے سوا کسی کا حاضر نہ ہونا اور (غیبوبہ یعنی غائب ہو جانا) میں واقع ہونا حتیٰ کہ عبادت سے بھی غائب ہو جانا اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ وہ (یعنی غائب ہونے والا) اور معبود ایک ہی شے ہیں اور یہ گمان پڑتا ہے کہ اس کی ذات اور اس کی ذات میں اور اس کی صفات اس کی صفات میں مضحمل ہو گئیں⁷¹۔

صوفیاء اسے جمع (اکھٹا ہونا) اور سُکر (مست ہونا) بھی کہتے ہیں اور جب اس کی عقل واپس پلٹتی ہے تو وہ اسے غلط کر دیتا ہے پھر رب کو رب اور بندے کو بندہ کہتا ہے۔

⁷¹(تنبیہ الغیبی: 81)

3 اس لفظ جسے صوفیاء فنا کہتے ہیں کا یہ معنی بھی ہے کہ ”ایک ہی کے ارادے سے معدوم ہو جانا“ یعنی صرف اللہ ہی سے محبت ہو اسی کے لئے دوستی و بغض ہو یہ اگرچہ درست ہے لیکن اس کی تعبیر کے لئے ان کا لفظ فنا استعمال کرنا قابل قبول نہیں کیونکہ ہم کہہ چکے ہیں کہ اس میں پوشیدگی اور اشتباہ ہے اور فنا کا یہ معنی کہ ”اللہ کے سوا میں مشغول ہونے سے نفس کو فنا کر دینا“ جیسا کہ صوفیاء یہ بھی کہتے ہیں تو یہ معنی بھی ناقابل قبول ہے کیونکہ اللہ ہی نے ہمیں مخلوقات میں مشغول ہونے ان کی دیکھ بھال کرنے اور ان کی طرف توجہ دینے کا حکم دیا ہے⁷²۔

4 الجمع والفرق (یعنی اکھٹا ہونا اور جدا ہونا): صوفیاء کہتے ہیں جمع سے حق بلا خلق یعنی خلق کے بغیر حق کی طرف اور فرق سے خلق بلا حق یعنی حق کے بغیر خلق کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور مراد یہ لیتے ہیں کہ فرق سے مراد وہ کسب ہے جو بندہ اللہ کی بندگی کے قیام کے لئے کرتا ہے اور جمع سے ربوبیت کا مشاہدہ مراد ہے اور جمع و فنا کے پہلے معنی یعنی وحدت الوجود سے بہت قریب ہے۔

5 السكر والصحو: (یعنی مست ہونا جیسے کوئی نشے میں مست ہوتا ہے اور ”ہوش میں آنا“ جیسے نشہ کر کے کوئی ہوش میں آتا ہے)۔ سکر کے متعلق صوفیاء کہتے ہیں کہ: بندے پر ایسی حالت کا ظاہر ہونا جس میں اس کے لئے نہ تو سبب کا لحاظ ممکن رہے نہ ہی ادب کی رعایت⁷³۔

اور صحو کہتے ہیں عارف کے غائب ہو جانے اور اس کے احساس کے زائل ہو جانے کے بعد پلٹ آنا۔

⁷²(سیر اعلام النبلاء: 15/393)

⁷³(التصرف: 114)

6 العشق: صوفیاء نے اس لفظ کو اختیار کیا جبکہ رب تبارک و تعالیٰ کو اس لفظ سے موصوف نہیں کیا جاسکتا نہ بندے کا اپنے رب سے اظہار محبت کے لئے یہ لفظ استعمال کیا جاسکتا ہے⁷⁴۔

یہ ان کی کثیر اصطلاحات میں سے چند کا نمونہ ہے یہ سبب مبہم و مجمل ہیں ایسی دیگر اصطلاحات حال، مقام عطش، دہش، جمع الجمع.... وغیرہ بھی ہیں ہم ان میں سے صرف ایک اصطلاح لیتے ہیں مثلاً الفناء کیا یہ صحیح ہے؟ کیا مخلوقات سے رک جانا اور ان میں عدم مشغولیت اسلام ہے؟ جواب نفی میں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قل انظروا ماذا في السماوات والارض

(یعنی) کہہ دیجئے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اسے دیکھو۔

نبی ﷺ نے فرمایا: حبب الی من دنیاکم النساء والطیب (یعنی) مجھے تمہاری دنیا سے عورتیں اور خوشبو پسند ہے۔ آپ ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کے والد ابوبکر اسے اور اپنی بیٹی کی اولاد حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے محبت کرتے تھے شہد، مکہ اور انصار صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت کرتے تھے⁷⁵۔

صوفیاء کی فناء فی اللہ کو شش ناممکن ہے کیونکہ اللہ سبحانہ خالق اور وہ مخلوق ہیں تو خالق اور مخلوق ایک کیسے ہوسکتے ہیں یہ لوگ ایک اور فریب دیتے ہیں یعنی الصحو بعد المحو ”مٹ جانے کے بعد ہوش میں آنا“ یا الفرق فی الجمع یعنی یکجا ہو کر الگ ہونا مطلب یہ کہ انسان حالت بندگی کی طرف

⁷⁴ کیونکہ اس لفظ میں عربانیت کا عنصر ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ کتاب و سنت میں مودت و محبت کے الفاظ موجود ہیں مگر عشق کا لفظ قطعاً نہیں نیز کوئی بھی شخص اپنی ماں، بہن، بیٹی سے اظہار محبت کے لئے یہ لفظ ہرگز استعمال نہیں کرتا کیونکہ ان سے کی جانے والی محبت عربانیت سے پاک ہوتی ہے۔ (مترجم)

⁷⁵ (سیر اعلام النبلاء: 15/394)

پلٹ آئے یہ ان کے مونہوں کی محض باتیں ہیں یعنی یہ کہ وہ عبودیت کی طرف پلٹ آتا ہے حقیقت میں یہ صرف اوہام باطلہ ہیں جبکہ اسلام عقل کی حفاظت کا تقاضا کرتا ہے تو ایک مسلمان زوال عقل کی سعی کیونکر کر سکتا ہے جبکہ صوفیاء ربوبیت کے اسرار سے متعلق گفتگو کرتے وقت ایسی باتیں بناتے ہیں جو طاقت انسانی سے باہر ہیں اسی لئے وہ اس وحدت الوجود کے حادثے سے دوچار ہوئے جو دراصل کفر ہے اور اس بارے میں وہ نفسیاتی عدم توازن کا شکار ہیں کہ جو انسان تکبر و خدائی کے زعم میں مبتلا ہو کر وحی سے اعراض کرتا ہے تو غیر محسوس طور پر اس نفسیاتی بیماری کا مریض بن جاتا ہے اور وحدت الوجود کے راستے سے اپنی باطل نفسیات کو تسکین دیتا ہے جیسا کہ فرعون کی نفسیات تھی وہ کہا کرتا تھا کہ: انا ربکم الاعلیٰ میں ہی تمہارا سب سے برتر رب ہوں۔ بدھ مذہب میں بھی فناء کا عقیدہ موجود ہے وہ اسے نروان کہتے ہیں بسا اوقات صوفیاء نے انہی سے یہ عقیدہ لیا ہے۔

اس کے سنگین نتائج

1 اس طرح کی خرافات میں پڑنے سے مسلمان علم نافع اور عبادت و عمل سے دور ہو جاتا ہے اور ان اشیاء کے بارے میں باتیں بناتا ہے جن کا وجود تک نہیں ہوتا نہ ان کی حقیقت ہی ہوتی ہے مسلمان دنیا آباد کرنے کا پابند ہے تاکہ یہ آخرت کا پل ثابت ہو اس طرح کی اصطلاحات جاہل پر حاوی ہو جاتی ہیں اور عقل مند کو الجھادیتی ہیں جبکہ وہ دین میں کمزور ہوں۔

4 اسلام میں اسرار (جمع سر بمعنی پوشیدہ راز) کا تصور نہیں ہے قرآن و سنت بالکل واضح ہیں یہ اسرار دین کو محتاج بنا دیتے ہیں اور معاملہ ہر شے کی اپنی منشاء کے مطابق باطنی تفسیر تک جا پہنچتا ہے کہ ہر شے کا ایک ظاہر

ہے اور ایک باطن یہی وجہ ہے کہ علماء ان کی کتب پڑھنے سے ہر ایک کو منع کرتے ہیں⁷⁶۔

4 ان اصطلاحات میں ٹھہراؤ بتدریج عقیدہ وحدت الوجود کی جانب لے جاتا ہے جو کہ دین سے مکمل خروج ہے مسلمان کتاب و سنت کی طرف پلٹتے ہیں جبکہ صوفیاء ذوق، کشف، خیالات اور اپنے مشائخ کے کلام کی طرف جبکہ یہ بڑی مشکل ہے کیونکہ ہر انسان کا ایسا ذوق ہوتا ہے عیسائی تثلیثیانہ ذوق جبکہ مشرک شرکیہ ذوق رکھتا ہے۔

4 یہ مرحلہ مقامات جیسے توکل و رضا کی اصطلاح کے ساتھ ممتاز ہے اس میں بھی انہوں نے صحیح فہم اسلامی سے انحراف برتا ہے ان کے نزدیک توکل اسباب ترک کردینے کا نام ہے ہر وی کہتے ہیں: ”خاص طریق میں توکل توحید اور اسباب اختیار کرنے سے بیگانگی ہے“۔ ابوسعید الخزار کہتا ہے: ”میں صحرا میں تھا شدید بھوک لگی میرے نفس نے مجھ سے تقاضا کیا کہ میں اللہ سے کھانا مانگوں میں نے کہا یہ توکل کرنے والوں کا عمل نہیں“⁷⁷۔

ان شیخ صاحب نے زاد راہ کے بغیر صحراء جا کر خلاف سنت عمل کیا اور توکل کا معنی سمجھنے میں غلطی کی اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اسباب پیدا کر کے مخلوق سے انہیں اختیار کرنے کا مطالبہ کیا ہے اور مسلمان محض اسباب پر مکمل اعتماد نہیں رکھتا لیکن اس کے ساتھ ساتھ اللہ پر کلی اعتماد د کرتا ہے اور نتائج کا اللہ تعالیٰ سے امیدوار ہوتا ہے۔ صوفیاء مقام رضا کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ تقدیر پر

⁷⁶(احقائق التصوف: 527)

⁷⁷(التصرف از کلابازی: 150)

بس کئے رہنا ہے کہ جو اللہ کی طرف سے آئے اسی پر قناعت کرنا یہ معنی بنظر عمیق درست نہیں مسلمان اللہ کی تقدیر پر اعتراض نہیں کرتا جیسے مرض، فقر لیکن اللہ کی تقدیر کو اللہ ہی کی تقدیر سے ٹالتا ہے جیسے مرض کا علاج دوا سے کرتا ہے اور محنت کر کے کما کر فقر کو ٹالتا ہے اور دینی معاملات جیسے نماز روزہ میں یوں نہیں کہتا کہ میں نماز اس لئے نہیں پڑھتا کہ اللہ نے میرے مقدر میں رکھی نہیں یہ توشیطانی حیلے اور مشرکین کا طرز عمل وقول ہے شریعت احکامات کو نافذ کرنا اور مصائب کو اللہ کی تقدیر سے ہٹانا اور ان پر صبر کرنا واجب ہے ان تمام اصطلاحات کے متعلق ابن قیمؒ کا تبصرہ نہایت جامع ہے: ”کہ چلنے کی آواز اور پسنے کی آواز سنائی دیتی ہے پر آٹا نہیں دکھائی پڑتا“⁷⁸۔

چوتھی فصل: صوفیہ اور وجودیہ

یہ مرحلہ صوفیت کے مراحل میں خطرناک ترین ہے وہ اس طرح کہ اس مرحلے کی صوفیت میں یونانی فلسفہ داخل ہو گیا اور اسے صوفیت اور نصرانیت سے مشابہ بنا دیا کہ جب عیسائیت میں رومی داخل ہوئے تو انہوں نے اس میں فلسفہ بھی داخل کر دیا اسی لئے کہا جاتا ہے کہ عیسائیت خود رومی بن گئی اور وہیوں کی کچھ مدد نہ کر سکی بلکہ ہم بالجزم ثابت کر سکتے ہیں کہ یہودیت و نصرانیت و دیگر آسمانی شرائع جن میں تبدیلیاں واقع ہوئیں تو اس تبدیلی میں فلسفہ کا اہم کردار تھا جب فلسفہ نے تورات کے نصوص پر تنقید کی اور انہیں معمولی یا قصہ کہانیاں قرار دیا تو اس دباؤ کے ماتحت علماء یہود نے تاویل شروع کر دیں جیسا کہ فیلون یہودی نے کیا انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو نور قرار دیا اور ان کی بیوی سارہ کو خوبی قرار دیا ایسے ہی نصرانیت نے کیا خصوصاً

⁷⁸(مدارج السالکین: 3/457)

جبکہ افلاطونی متکلمین اور یونانی نمائندوں نے ان فلسفیانہ حملے کئے تو نصرانی خداوندی کے رجال نے اقرار کیا کہ اناجیل میں نامعقول باتیں ہیں چنانچہ انہوں نے ان کی فلاسفہ کی پسندیدہ تاویلات شروع کر دیں۔⁷⁹

اسلام میں فلسفہ یونانی کتابوں کے ترجمے کے بعد آیا جیسے افلاطون اسکندری کی کتاب ”التاسوعات“ کا عربی ترجمہ عبدالمسیح بن ناعمہ الحمصی نے ”الاثولوجیا“ یعنی ربوبیت کے نام سے کیا۔⁸⁰

ایسے ہی ”اثولکوجیا“ ارسطو کی کتاب کا ترجمہ ہے اس میں فیض اور اشراق کا نظریہ پیش کیا گیا ہے جو صوفیت کے خطرناک ترین دور پر چھایا رہا خصوصاً سہروردی⁸¹ اور ابن عربی⁸² کے ادوار میں اسی فلسفے کے دباؤ میں معتزلہ نے ہر خلاف عقل (ان کے زعم میں) نص کی تاویل یا انکار شروع کر دیا جیسا کہ وہ جوہر، جزلائتجزا، جسم، متحیز... وغیرہ الفاظ کے جھگڑے میں بہت آگے نکل گئے اور فکری بغاوت کے دور کی بہترین مثال قرار پائے اور عملی طور پر بخوشی اسلام سے خارج قرار پائے۔

⁷⁹ (مذاهب اسلامیین از عبدالرحمن بدوی جلد دوم)

⁸⁰ (ظہر الاسلام از احمد امین: 4/156)

⁸¹ اس کا نام یحییٰ بن حبش بن امیرک السہروردی تھا فلسفہ اشراق جس کا موجد افلاطون ہے کا حامی تھا اس نے نیا دین بنایا اور نبوت کا دعویٰ کیا علماء حلب نے اس کے کفر کا فتویٰ جاری کیا 587 ہجری میں قتل ہوا۔ سیر اعلام النبلاء: 21/201 نیز شخصیات قلقہ از عبدالرحمن بدوی: 95

⁸² اس کا نام ابوبکر محی الدین محمد بن علی الحاتمی الطائی الاندلسی ہے مرسیہ میں 560 ہجری میں پیدا ہوا وہیں پلا بڑھا پھر مختلف شہروں میں گھوما شام اور روم، مشرق کے مختلف شہر پھر بغداد آیا مغربی بادشاہوں سے خط و کتابت کرتا تھا لوگ اس کے بارے میں مختلف آراء رکھتے کچھ اسے زندیق کہتے کچھ ولی مانتے لیکن اپنی کتابیں نہ پڑھنے دیتا درست یہ ہے کہ یہ خبیث اتحادی تھا اس کی کتابیں اس کی موت کے بعد ظاہر ہوئیں کیونکہ لوگوں سے الگ رہتا تھا اس کے ساتھ بہت سے اتحادی رہتے تھے اسی لئے اس نے اس مسئلے (یعنی حلول اور فنا فی اللہ) میں بڑی سرکشی کا مظاہرہ کیا پھر رسوا ہوا 637 ہجری میں مرا دیکھئے شذرات الذہب از ابن عماد: 5/190 نیز تنبیہ الغیبی از بقاعی: 178 نیز تاریخ التصوف از بدوی: 41

صوفیاء پر فلسفہ ”الہ سے مشابہت بقدر طاقت“ کے عنوان پر داخل ہوا انہوں نے بندے کو رب سے صفات و افعال میں مشابہ قرار دینے کی کوشش کی جیسا کہ غزالی اور اس کے ہم نواؤں نے اپنی کتاب ”المضنون بہ علی غیر اہلہ“ میں کیا⁸³۔

پھر ابن عربی اور اس کے تلامذہ نے وحدت مطلقہ کا موقف اختیار کیا کیونکہ فلاسفہ کہتے ہیں کہ: ”حقیقی وجود علت اولی (اللہ) ہے کیونکہ وہ بالذات مستغنی ہے تو ہر وہ جو اس کا محتاج ہو اس کا وجود ایک خیال ہے“ یہیں سے ابن عربی نے وحدت الوجود کا نظریہ نکالا شروع شروع میں صوفیہ نے اسے عام شکل میں لیا کہ اللہ سبحانہ ہی حقیقی وجود ہے اس سے ان کی مراد یہ ہوتی کہ تمام موجودات او رکائنات محض دھوکہ اور وہم ہیں کوئی الگ مستقل ذات نہیں جو بالذات قائم ہو جو ایسا ہو اس پر حقیقی وجود کا اطلاق نہیں کیا جاسکتا⁸⁴۔

لیکن صوفیاء کا یہ نظریہ ابن عربی کے نظریہ وحدت والوجود سے الگ تھا وہ وحدت الوجود کے متعلق کہتا کہ حقیقی وجود اللہ سبحانہ کا ہی ہے لیکن ہم اپنی آنکھوں کے سامنے بہت سی اشیاء قائم دیکھتے ہیں ان کا انکار ممکن نہیں اسی لئے یہ تمام موجودات اللہ کے ذات کے سوا نہیں ہیں (تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا) (یعنی اللہ ظالموں کے ان اقوال سے بہت بلند و بالا ہے) اور اسی کے مظاہر و تجلیات کا مظہر و تجلی ہے اس کی آیات میں سے کوئی آیت

⁸³(درء تعارض العقل والنقل از ابن تیمیہ: 5/82)

⁸⁴(اس دور کے بعض مفکرین جو اہل السنۃ سے ہیں نے مطلقاً کہہ دیا کہ: ”موجود اور حق اللہ سبحانہ ہی ہے“ اس کی ان کی مراد شریعت سے متصادم نہیں وہ یہ ہے کہ اللہ سبحانہ ہی ان غائب موجودات کی نسبت باقی اور سرمدی ہے جو اپنے بل بوتے پر قائم نہیں رہ سکتیں بلکہ وہ اللہ سبحانہ کے وجود کا سہارا پکڑتی ہیں یہ معنی اگرچہ شریعت سے متصادم نہیں ہے لیکن بہت سے ایسے تصورات کا باعث ہے جو بدعت میں واقع کر سکتے ہیں چنانچہ شرعی اصطلاحات کا التزام ہی بہتر ہے اہل السنۃ کا عقیدہ ہے کہ اللہ سبحانہ حق ہے اپنی مخلوقات پر قیوم ہے اور اس نے اس کائنات کو پیدا کیا اور اسے ایسی ذات بنایا جس کا اس کی اپنی ذات سے کوئی تعلق نہیں اور یہ کہ وہ حقیقی وجود رکھتی ہے محض تصور یا وہم نہیں اور اس دنیاوی زندگی کے بعد معدوم ہو جائے گی اور اس کا وجود خالق معبود سے الگ اور مستقل ہے)

نہیں جیسا کہ اہل السنۃ کہتے ہیں تو اس طرح رب کی حقیقت یہ ہوئی کہ وہ وجود مطلق ہے نہ اس کا نام ہے نہ ہی صفت نہ ہی آخرت میں اسے دیکھا جائے گا نہ اس کا کلام ہے نہ علم ہے نہ اس کے سوا کچھ ہے لیکن وہ کائنات میں دیکھا جاسکتا ہے⁸⁵۔

تو ہر وجود اللہ ہے اور اللہ ہی ہر وجود ہے بس اس نے کائنات کو خالق معبود سے ملادیا اور توحید کا بینڈ بجا دیا یہ تو عیسائیوں کے شرک سے بہت ہی بڑا شرک ہوا کیونکہ اس بیمار تصور کی رو سے ہر ایک معبود ہے جس کی پوجا ہوتی ہے۔ مؤرخ ابن خلدون ابن عربی کے نظریہ کی شرح کرنے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ یہ باطل تصورات عام طور پر پوشیدہ اور ایک دوسرے سے متناقض ہوتے ہیں یہاں تک کہ اپنے حاملین کے لئے بھی چنانچہ فرماتے ہیں: ”اس وحدت سے ان کی مراد ہے کہ ہر وجود کی ذاتی قوتیں ہوتی ہیں حیوانی قوت میں معدنی قوت ہے مزید بھی اور انسانی قوت میں حیوان کی قوت ہے مزید بھی اور فلکیات سے انسانیت کو متضمن ہیں مزید بھی اور ایسے ہی روحانی ذوات (فرشتے) پھر قوت جامعہ وہ ہے جو تمام موجودات میں بکھری پڑی ہے تو سب ایک ہی ہوئے یعنی ذات الہیہ ہی⁸⁶۔

اور جب یہ سوال پیدا ہوا کہ وحدت الوجود کا نظریہ کیونکر درست ہو سکتا ہے جبکہ خالق اور مخلوق، مومن اور کفار سب ہیں اور کفار کو جہنم میں عذاب ہوگا تو عذاب کون دے گا؟ تو ابن عربی نے قرآن کریم کی آیت میں تحریف شروع کر دی اور ہر آیت میں ایسا کفر اور باطنیت داخل کر دی تاکہ یہ سوال ہی نہ پیدا ہو چنانچہ اپنی کتاب ”فصوص الحکم“ میں کہا کہ: ”موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام نے ہارون

⁸⁵(تنبیہ الغبی از بقاعی: 19/40 نیز الایمان الاوسط از ابن تیمیہ: 132 نیز قطر الولی از شوکانی: 190)

⁸⁶(مقدمۃ ابن خلدون: 471)

عَلَيْهِمَا كُو اس لئے ڈانٹا کہ انہوں نے بنی اسرائیل کو بچھڑے کی عبادت سے منع کر دیا تھا اور انہوں نے (بچھڑے کی عبادت کر کے گویا) اللہ ہی کی عبادت کی تھی اسی لئے اللہ نے فیصلہ فرما دیا کہ ہم اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے اس اعتبار سے موسیٰ عَلَيْهِمَا ہارون عَلَيْهِمَا سے زیادہ عالم تھے⁸⁷۔

اور وہ ہوا جو قوم عاد کی تباہی کا ذریعہ بنی وہ راحت سے مشتق ہے۔ (عربی کو ہوا میں ریح کہتے ہیں ریح اور راحت دونوں کا مادہ روح ہے راحة مصدر ہے اور ریح مشتق) کیونکہ اس نے ان کے اندھیر جسموں کو راحت دے دی اور اس ہوا میں عذاب تھا عقابہ عذوبہ (چاشنی) سے مشتق ہے⁸⁸۔

ابن عربی نے فرعون کو مومن قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ اللہ نے فرمایا قرۃ عین لی ولک (یعنی) فرعون کی بیوی آسیہ نے موسیٰ کو صندوق سے نکالتے ہوئے کہا کہ) میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک بنے اس ایمان کی بدولت جو اللہ نے اسے غرق ہوتے وقت دیا⁸⁹۔

(یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ کچھ لوگ ابن عربی کے کلام کی تاویل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کا یہ مقصد نہیں اور یہ مقصد ہے... یہ بات درست نہیں عراقی فرماتے ہیں: جو اس طرح کے قبیح اقوال پر جری ہو اس کا یہ عذر قابل قبول نہیں کہ وہ کہے کہ میرا مقصد یہ تھا یہ ظاہر کے خلاف ہے اس کے کلام کی تاویل نہ کی جائے نہ کرامت سمجھا جائے)

⁸⁷ (یعنی ابن عربی کے نزدیک موسیٰ عَلَيْهِمَا بھی وحدت الوجود کے قائل تھے۔ نعوذ باللہ من ذلك۔ تنبیہ الغیبی از بقاعی: 120 بحوالہ فصوص الحکم، فصل: 192)

⁸⁸ (ایضاً: 95 بحوالہ فصوص فصل نمبر 109)

⁸⁹ (ایضاً: 128)

ابن عربی نے دیگر انبیاء کے واقعات میں اسی طرح کی کارستانیوں کی ہیں جو چاہے اس کی کتابیں پڑھ لے ہر سطر سے عقیدہ وحدت والوجود کی بو آئے گی اس کا یہ سارا کلام درحقیقت دین کی بنیاد ڈھادینے کی سعی ہے اللہ نے کفار کے لئے جو وعیدیں بیان کی ہیں وہ اس دنیا کے لئے نہیں بلکہ آخرت کے لئے ہیں چنانچہ ابن عربی اور اس کے شاگرد شعائر اسلامی نماز قربانی اور پیوند لگے لباسوں اور زندگی کی آرائشوں کے پیچھے صوفیت کے نام پر چھپے رہے⁹⁰۔

فلاسفہ ابن عربی کی طرح وحدت الوجود کے قائل نہیں لیکن انہوں نے اس باطل نظریے کے لئے راہ ضرور ہموار کی ہے اللہ تعالیٰ کے متعلق بلا علم باتیں کہہ کر اور اسے اپنی خیالی صفات سے متصف کر کے اس گمراہی کی وجہ انکا آسمانی شریعت سے اعراض اور انبیاء کے نور ہدایت سے دوری ہے اسی لئے انہوں نے معبود کو ایسی بسیط ذات خیال کیا جو ترکیب کے ہر شائبے اور صفات سے مکمل پاک ہو جیسے، قدیر، سمیع، بصیر یہ صفات ان کے نزدیک مرکب ہیں انہوں نے کہا کہ اس کی حقیقی صفت ”وجود“ ہے اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ کیا وجود؟ تو جواب آتا کہ کسی شے کا نہیں گویا ایسا وجود جس کی کوئی صفت نہیں تو اس اللہ سبحانہ کا وجود ایسا نہیں جسے ہم مسلمان جانتے ہیں اور جس نے رسول مبعوث کئے اور کتابیں نازل کیں، درحقیقت ان کے نزدیک وجود وہی اللہ ہے جسے ہم مسلمان مانتے ہیں اور جس نے رسول بھیجے اور کتابیں نازل کیں، وہ ان کے نزدیک ہر صفت سے عاری وجود ہے فطرتاً یہ ان کے ذہنوں کے باطل تصورات ہیں حقیقت نہیں چونکہ صفت وجود ان کے نزدیک اللہ کی خاص ترین صفت ہے تو ان کی عقلوں میں یہ بات بیٹھ گئی کہ ہر وجود اللہ کی وجود

⁹⁰(تنبیۃ الغبی الی تکفیر ابن عربی از شیخ برہان الدین البقاعی)

کی طرح واجب ہے اور چونکہ عالم موجود ہے تو وہ اللہ ہے۔ تعالیٰ اللہ عن قولہم علوا کبیرا (یعنی) اللہ ان کے قول سے بڑا ہی بلند ہے⁹¹۔

فلاسفہ کی اسی طرح کی باتیں ابن عربی کے نظریہ وحدت الوجود کا سبب بنیں اگرچہ اس کا نظریہ فلاسفہ کے نظریے سے زیادہ برا ہے خاص طور پر جب قرآنی آیات زبردستی اس کے نظریے پر فٹ کی جائیں اور جب بہت سے نادان مسلمان اسے ”شیخ اکبر“ سمجھتے ہوئے اس کی تعظیم کرتے ہوں۔

کچھ اور بھی فطری سہارے ہیں جنہوں نے ان لوگوں کو اسلام اور عقیدہ توحید کے سب سے بڑے مخالف و منافی نظریہ وحدت الوجود تک پہنچایا انہی میں سے ایک فناء کا نظریہ بھی ہے جس کے متعلق ہم گذشتہ بحث میں گفتگو کر آئے ہیں جس طرح جہمیہ نے اللہ کی صفات کا انکار کیا اور مسلمانوں پر اس کے اثرات مرتب ہوئے اسی طرح ممکن ہے کہ نظریہ فناء نے عقیدہ وحدت الوجود کو سہارا دیا ہو مثلاً اللہ تعالیٰ کے علو کی نفی سے لازم آتا ہے کہ وہ ہر جگہ ہے۔ اسی طرح انہوں نے اللہ کو اس کی کائنات کے تمام حصوں بخروں میں تقسیم کر دیا اس کے باوجود بھی فلسفہ کا شفاف اسلامی عقیدہ کو بگاڑنے بلکہ تمام انسانی معاشروں کو بگاڑنے میں اہم کردار رہا ہے کیونکہ اس کی بنیاد صرف ایسے تصورات پر ہوتی ہے جو ذہن میں تو ہوتے ہیں ذہن سے باہر حقیقت کی دنیا میں نہیں اسی لئے ایک عظیم عالم دین ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اس کی گہرائی میں جا کر واپس آنے کے بعد فرماتے ہیں کہ بے شک جو آفاقی شرائع سے جس قدر قریب ہوگا وہ عقل اور حقیقت کی معرفت سے بھی اسی قدر قریب ہوگا۔ کیا آپ نے مشاہدہ کیا کہ کسی فلسفی نے کسی علاقے کی خیر خواہی کی ہو⁹²۔

⁹¹(تنبیۃ الغبی از البقاعی)

⁹²(درء تعارض العقل والنقل: 5/65)

(ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ فلسفی حقیقت دور نظریات اور انسانی حقیقت سے الگ زندگی گزارتا ہے ان کی مشکل یہ ہے کہ وہ معاملات کو اس طرح سلجھانے کی کوشش کرتے ہیں جس کی وہ قدرت نہیں رکھتے جبکہ انبیاء و رسل انہی معاملات کو بڑی آسانی سے حل کر دیتے ہیں)

ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے یہاں ایک مغربی مفکر ڈاکٹر ایلکس کارل سے ملاقات کی جس کا خیال تھا کہ فلسفے نے مغربی معاشرے میں تباہی مچائی ہے کہ جس معاشرے میں صرف کتابیں پڑھائی جاتی ہیں حقیقت پر غور نہیں کیا جاتا وہ کہتا ہے: فلسفی کا فلسفہ تمام لوگوں کے لئے قابل قبول نہیں ہو سکتا فلسفی کے تمام دلائل فرضی ہوتے ہیں⁹³۔

فلسفہ پر تنقید جاری رکھتے ہوئے مزید کہتا ہے: ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی کو کامیاب علم کر سکتا ہے لیکن ہم نے فلسفیانہ افکار کے نتائج کو ترجیح دے دی اور اس بات کو پسند کیا کہ ہم حقائق سے خالی تصورات کے بیچ سڑتے رہیں، یقیناً اس دور کے فلاسفہ ہی ہیں جنہوں نے آزاد بندگی کو امریکا و یورپ میں اندھی صورت میں پیش کیا⁹⁴۔

گویا ہر دور میں یہی مشکل رہی ہے جب لوگ ان آسمانی شرائع سے دور ہو جاتے ہیں جو دنیا و آخرت میں انسان کی بھلائی کی ضامن ہیں تو ان کے سامنے ازم پر ازم آتے ہیں اجتماعی، سیاسی اور اقتصادی ازم جو نتیجہ ہوتے ہیں انسان کی اپنے خالق کی طرف فطری توجہ اور انسانی شیطانوں پر شیطانی وحی کے درمیان ناپسندیدہ انقطاع کا اور ظاہر ہے کہ انسان کے لئے راہ اعتدال پر گامزن رہنا مشکل ہو جاتا وہ یا تو تشدد و غلو یا تساہل و نرمی اور ذمہ داریوں سے فرار

⁹³(تاملات فی سلوک الانسان: 1/47)

⁹⁴(تاملات فی سلوک الانسان: 1/7)

چاہنے لگتا ہے پھر شیطان بھی ایسے شخص کے سامنے خود کو عقل کل سمجھتا ہو بڑے گل کھلاتا ہے کہ اگر وہ عام لوگوں اور عام طریقے کے مطابق اپنے علم و مذہب پر قانع رہا تو اس نے کیا کیا؟ لہذا ضروری ہے کہ نئے نئے کارنامے سرانجام دیے جائیں اور عجیب و غریب اور انوکھا پن اختیار کیا جائے یہ پوشیدہ خواہشات ہوتی ہیں جن کا ادراک اور جن سے دور صرف علماء ربانیین ہی رہ پاتے ہیں (یا پھر وہ حقائق کی دنیا کا باشندہ بن جاتا ہے)

اس بحث کے اختتام سے قبل مناسب ہو گا کہ ہم ابن عربی اور اس کے تلامذہ کے متعلق بعض علماء کی آراء نقل کر دیں یعنی اس کی وجودی فکر کے اعتبار سے۔ شیخ ابو محمد بن عبدالسلام ابن عربی کے متعلق کہتے ہیں: وہ برا شیخ قبیح اور کذاب ہے وہ عالم کو قدیم کہتا تھا اور شرم گاہ کو حرام نہ کہتا تھا (یعنی ماں بہنیں وغیرہ محرّمات حلال ہیں)⁹⁵۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ شیخ ابراہیم الجعیری سے نقل کرتے ہیں کہ: میں نے ابن عربی کو دیکھا وہ ناپاک شیخ ہے اللہ کی نازل کردہ پر کتاب اور اس کے بھیجے ہوئے پر نبی کو جھوٹا کہتا ہے⁹⁶۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے اس کی کتاب الفتوحات المکیہ میں اس کے اپنے ہاتھ سے لکھے یہ دو شعر پڑھے:

الرب حق والعبد حق یالیت شعری من المکلف؟
ان قلت عبد فذاک رب او قلت رب ای یکلف

⁹⁵(فتاویٰ ابن تیمیہ: 2/240)

⁹⁶(ایضاً)

ترجمہ: رب حق ہے اور بندہ بھی حق ہے آخر پھر مکلف کون ہے؟ اگر میں کہوں کہ بندہ ہے تو وہ رب ہے یا میں کہوں کہ رب ہے تو رب کیسے مکلف ہو سکتا ہے⁹⁷۔

بقاعی ابن عربی کے حامیوں کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں :
اصولی کہتے ہیں : اگر کوئی ایسا کلمہ کہے جس سے ارتداد لازم آتا ہو اور یہ گمان رکھے کہ وہ تور یہ (یعنی دل سے اس کے برعکس سوچ رکھنا) کر رہا ہے تو وہ ظاہراً اور باطناً کافر ہے⁹⁸۔

ابن عربی کے شاگردوں میں ابن فارض ہے جو پوری ڈھٹائی اور یقین سے عقیدہ وحدت الوجود کا قائل و فاعل تھا اپنے مشہور قصیدے التائیہ میں اسی فکر کو بار بار لاتا ہے تاکہ قاری یا سامع کو شک نہ رہے۔ مثلاً کہتا ہے:

واشهد انها لی صلت	لہا صلاتی بالمقام اقیمہا
حقیقتہ الجمع فی کل سجدة	کلانا مصل عابد ساجد الی
صلاتی لغیری فی اذاء کل رکعة	وماکان صلی سوا ی فلم نکن
ولا فرق بل ذاتی لذاتی احبت	وما زلت ایاہا وایای لم تزل

ترجمہ: ”جس مقام پر میں فائز ہوں اس پر فائز رہتے ہوئے یہ گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اس کے (اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات - نعوذ باللہ من ذلک) لئے نماز پڑھی اور اس نے میرے لئے ہم دونوں ہی نماز پڑھتے ہیں عبادت کرتے ہیں ہر سجدہ کرتے ہیں ایک متحد حقیقت کو اس نے میرے سوا نماز نہ پڑھی تو ہر رکعت کی ادائیگی میں میری نماز میرے علاوہ کسی کے لئے نہ تھی میں وہ رہا وہ میں رہا

⁹⁷(ایضاً)

⁹⁸(تنبیہ الغبی: 23)

کوئی فرق نہیں بلکہ میری ذات میری ہی ذات سے محبت کرتی ہے“ (نعوذ باللہ العلی العظیم من هذا الشیطان الرجیم)۔

کیا اس کے بعد وضاحت کی ضرورت ہے؟ وہ اپنے ہی لئے نماز پڑھے کہ اس کی ذات ہی تو اللہ ہے اللہ کی پناہ اور کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ عالم مستی میں تھا وہ اس بات کی تاکید کرتا ہے کہ وہ حالت بیداری اور ہوش و حواس میں تھا:

ففی الصحو بعد المحو لم اک غیرھا وذاتی بذاتی اذا تحلت تجلت
ترجمہ: ”فنا ہونے کے بعد ہوش میں آکر بھی میں اس سے الگ نہیں اور میری ذات جب میری ہی ذات میں حلول کرتی ہے تو آشکار ہو جاتی ہے۔“

آج تک صوفیاء اس قصیدے کو پسند کرتے ہیں اور اس کے مؤلف کو سلطان العاشقین کہتے ہیں حالانکہ اس میں کفر ہے اس کے باوجود بھی وہ کہتے ہیں کہ وہ حسن کا شیدائی تھا اور بہنسا نامی علاقے میں جا کر دف کی تھال پر عورتوں کے ساتھ رقص کرتا تھا یہ لوگوں کو ایسے ہی فریب دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رقص بھی دین ہے حقیقتاً یہ ماضی کے وہ پہلو ہیں جن سے ہر پکا مسلمان شرمندگی محسوس کرتا ہے مسلمانوں کے لئے یہ المیہ ہے کہ ان صوفیہ میں وہ لوگ داخل ہو گئے جنہوں نے ان میں ایسے وہم پیدا کئے جو جاہل پر حاوی رہے اور عقل مند کو الجھاتے رہے وجہ یہ تھی کہ صوفیاء نے اہل السنۃ اور صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کے منہج کو تھامنا نہیں۔

صوفیاء کی بدعات

پہلی فصل: علمی بدعات

تمہید: صوفیاء علمی اور عملی دونوں طرح کی بدعات کے مرتکب رہے ہیں عملی بدعات سے ان کے وہ نظریات مراد ہیں جو انہوں نے اسلامی عقیدے میں بدعات نکالیں اور عملی بدعات سے ان کے وہ طور طریقے اور راہیں جو انہوں نے صحیح منہج اسلامی میں بدعات کیں۔

چونکہ عمل علم کے تابع ہے اور ہم علمی بدعات سے متعلق کلام کرچکے ہیں تو جو علم میں انحراف کرے اور بدعت اپنائے وہ عمل میں بھی انحراف کرتا ہے اس سبب کی وجہ استدلال و نظر میں منہج اہل السنة والجماعة سے دوری ہے اس انحراف کو بدعت کہنے سے اس کے خطرے میں کمی واقع نہیں ہوگی بدعات صغیرہ بھی ہوتی ہے اور کبیرہ بھی جو کفر تک لے جاتی ہے تو جو وحدت ادیان کا معتقد ہوا اور یہ عقیدہ رکھے کہ قطب اور غوث کائنات میں تصرف کرتے ہیں وہ کافر و مشرک ہے اصل مصیبت رسول اللہ ﷺ اور خیر القرون کی عدم متابعت اور اس سے بڑھ کر کچھ کرنے کی کوشش ہے خواہ اچھی نیت سے ہو یا بری نیت سے۔

بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کی تقسیم ناقابل قبول ہے کیونکہ بدعت ہمیشہ سیئہ ہی ہوتی ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے نبی ﷺ نے فرمایا: کل بدعة ضلالة یعنی ”ہر“ بدعت گمراہی ہے۔ بدعت اپنی اس صفت (یعنی عربی میں لفظ کُلّ جس کا اردو ترجمہ ”ہر“ ہے) کے اعتبار سے ایک خاص تعریف کی محتاج بن جاتی

ہے اور ہم اس تعریف کو اختیار کریں گے جو کہ امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الاعتصام میں ہے فرماتے ہیں: ”وہ طریقہ جو دین میں اختراع ہو، شریعت سے ملتا جلتا ہو اس پر عمل کرنے کا مقصد اللہ سبحانہ کی عبادت میں مبالغہ ہو“⁹⁹۔

یعنی ”طریقہ جو دین میں ہونہ کہ دنیا میں سو اگر کوئی کہے کہ تم آلات کو بدعت کیوں نہیں کہتے تو ہم کہیں گے کہ یہ دنیاوی طریقہ ہیں نہ کہ دینی طریقہ۔ وہ طریقہ جو دین میں اختراع (ایجاد کردہ) ہو اس سے پہلے اس کی مثل معروف ہو لیکن اس کی کوئی اصل (بنیاد) نہ ہو۔ جبکہ وہ علوم جو بعد میں ایجاد ہوئے جیسے علم نحو اور اصول فقہ وغیرہ تو ان کی اصل موجود ہے یعنی حفظ دین اور یہ علوم مصالح مرسلہ کی قبیل سے ہیں حقیقت بھی یہی ہے ایسا کچھ نہیں ہوتا جو بدعتی کی بدعت سے مشابہ ہو کیونکہ ضرر محض سے تو لوگ خود ہی بھاگتے ہیں لیکن جو پہلے سے موجود کسی شے سے مشابہ ہو یہی شبہ بدعت کی دشواری میں واقع کرتا ہے۔ ممکن ہے کہ صوفیاء کے خلاف علم بدعت ایک مستقل حیثیت اختیار کر لے کیونکہ ان کی بہت سی عملی بدعات مشہور ہیں علاوہ ازیں ہر فرقہ دین میں ایسی بدعات نکالتا ہے جن کا اللہ نے حکم نہیں دیا ہوتا۔

پہلی بحث: شریعت و حقیقت یا شریعت

و طریقہ

ان اصطلاحات کو صوفیاء بار بار دہراتے ہیں اور انہیں اپنی دیگر اصطلاحات ظاہر و باطن سے لاحق کر دیتے ہیں اس بحث میں ہم ان اصطلاحات کے معانی اور ان کے باہمی تعلقات کو اجاگر کریں گے۔ شریعت ان کی نگاہ میں عملی اور تکلیفی

⁹⁹(الاعتصام: 1/271)

احکام کے مجموعے کا نام ہے جسے فقہ اسلامی کہتے ہیں اور حقیقت (طریقت) ان احکام سے ورے اسرار و رموز کا نام ہے، فقہاء لوگوں کو نماز کے ارکان اور سنتیں سکھاتے ہیں جبکہ صوفیاء دل کے افعال جیسے محبت و خشیت کا اہتمام کرتے ہیں یہ معتدل صوفیاء کی رائے ہے غالی صوفیاء کہتے ہیں کہ: یہ احکام عام مسلمانوں کے لئے ہیں جن کی عقلیں اور دل معانی علویہ کا ادراک چند مخصوص شعائر اور اشکال کی پابندی کے بغیر نہیں کر سکتے جیسے نماز پانچ مرتبہ ایک خاص شکل اور ترتیب سے پڑھی جاتی ہے یہ ایسے ہی ہے جسے کچھ اساتذہ اپنے طلباء پر کچھ درسی ذمہ داریاں عائد کرتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ان کے طلباء ایسے کئے بغیر ان سے علمی استفادہ نہیں کر سکیں گے مقصد علم ہوتا ہے تو اگر کچھ خواص شرائع کے بنیادی مقصد یعنی (حقیقت و طریقت) کا ادراک رکھتے ہوں تو مقصد حاصل ہو رہا ہے انہیں نماز کی پابندی کی ضرورت نہیں نماز اللہ سے تعلق کا ذریعہ ہے اگر یہ تعلق ہمیشہ برقرار رہتا ہو تو نماز کی ضرورت صرف شرعی احکامات کے احترام کے اعتبار سے رہ جاتی ہے اس کا کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ بعض صوفیاء نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ حقیقت کا ادراک رکھنے والے سے تمام شرعی ذمہ داریاں ساقط ہو جاتی ہیں۔

شریعت و طریقت میں فرق ہی اس انحراف کی ابتداء ہے جبکہ اہل السنۃ کے نزدیک شریعت ہی حقیقت و طریقت ہے نماز اگرچہ مخصوص حرکات کا نام ہے لیکن خشیت و انابت کا بھی ذریعہ ہے ایسے دیگر تمام احکامات شرعیہ ہیں جبکہ انہیں مکمل طور پر اس طرح ادا کیا جائے جیسا اللہ چاہتا ہے۔

اس چیز نے صوفیاء کو ایک دوسری اصطلاح ظاہر اور باطن پر شیر کر دیا صوفیاء نے دعویٰ کیا کہ قرآن کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے ظاہر وہ ہے جو اس کے الفاظ سے فہم عربی اور سیاق و سباق اور دیگر تفسیری اصول کے مطابق

لیاجائے اس کا اہتمام علماءظاہر کرتے ہیں جنہیں صوفیاء بطور تحقیر ”رسمی علماء“ کہتے ہیں باطن ان الفاظ کے پیچھے مخفی علم ہے حقیقی مراد وہی ہے ان پر صرف بلند مقام والے خواص ہی مطلع ہوتے ہیں جنہیں صوفیاء (اشارات یعنی باطنیات) کہتے ہیں یہ فقہاء دین پر تنقید کرتے ہیں کہ وہ اعمال قلوب کا اہتمام نہیں کرتے۔

جب ان میں سے کسی سے زکاۃ کا نصاب پوچھا جائے تو کہتا ہے کہ عوام کے لئے چالیسواں حصہ ہے اور ہم پر سارا خرچ کرنا فرض ہے اور جب علماء شریعت کے مابین کسی مسئلے میں اختلاف ہو جائے اور وہ حل نہ ہو تو اہل تصوف کے علماء باطن کا قول معتبر ہوتا ہے¹⁰⁰۔

فرمان باری تعالیٰ: 'ولکن لا تفقہون تسبیحہم (یعنی تم ان کی (غیر انسانی و جنی مخلوقات) تسبیح نہیں سمجھ پاتے۔ کے بارے میں غزالی کہتا ہے اس فن میں علماء ظاہر و علماء باطن باہم مختلف ہیں¹⁰¹۔

درحقیقت یہ فرق غیر صحیح بلکہ باطل اور قبیح ہے اسلام کے کسی بھی طرح حصے بخرے کرنا اور اسے اجزاء میں تقسیم کرنا قرآن کے حصے بخرے کر دینا ہے اسلام سارا کا سارا ایک جسم کی مانند ہے جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کیا کچھ اعضاء کے اعمال ہیں تو کچھ دل کے جن کا تعلق ایمان کی کمی و زیادتی سے ہے یہ ایمان پہاڑ کی طرح بن جاتا ہے اور کبھی حقیقتاً اور کمزور دانے کی طرح لیکن نام اس کا شریعت یا اسلام یا دین ہی رہتا ہے ہر وہ تقسیم جو دین میں تضاد و تغایر کا احساس دلائے جیسے کچھ لوگ عقل اور نقل میں فرق کرتے ہیں گویا نقل عقل کے منافی ہو یا علم اور دین میں فرق کرتے

¹⁰⁰ (حاضر العالم الاسلامی از شیکب ارسلان: 2/160 بحوالہ احمد شریف السنوسی)

¹⁰¹ (التصوف از زکی مبارک: 2/52)

ہیں گویا علم دین کے منافی ہو تو یہ دشمنان دین کے سامنے کمزوری کا اظہار اور ان کا راستہ صاف کرنے کے مترادف ہوگا (یہ بھی اس وقت جب ہم ایسے فرق کرنے والوں کے متعلق حسن ظن رکھیں)۔

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اس تقسیم پر تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یہ تقسیم انتہائی قبیح ہے کیونکہ شریعت کو حق سبحانہ نے خلقت کی مصلحت کے لئے وضع کیا ہے اس حقیقت کے سوا جو کچھ ہے وہ شیطانی وساوس ہیں اور صوفیاء کا فقہاء سے بغض رکھنا بہت بڑی زندقیت ہے¹⁰²۔

ظاہر اور باطن کے مابین اسی فرق نے ہی انہیں قرآنی آیات کی تحریف و تاویل شنیع پر آمادہ کیا اور اس تاویل مذموم نے ہی ہر باطنی فرقے کو آمادہ کیا کہ وہ اللہ کی کتاب سے اپنی خواہش کے مطابق دلائل ڈھونڈھے اسی لئے اصول تفسیر کے نام سے اہل السنۃ نے علم تفسیر کو مدون کیا تاکہ معاملہ خطرناک حد تک نہ چلا جائے اس آیت قرآنی: فلما جن علیہ اللیل رای کوکبا قا هذا ربی (یعنی) جب اس (ابراہیم علیہ السلام) پر رات چھائی اس نے ایک تارہ دیکھا کہنے لگایہ میرا رب ہے۔ کہے بارے میں صوفیاء کا باطنی طبقہ کہتا ہے: ”انہوں نے یہ حالت عطش (پیاس) میں دیکھا گویا ابراہیم علیہ السلام اپنے رب کی ملاقات کی شدت پیاس میں جب ستارہ دیکھتے تو کہتے یہ میرا رب ہے کیونکہ پیاسا جب سراب کو دیکھتا ہے تو اسے پانی یاد آجاتا ہے“۔

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اس کے تعاقب میں فرماتے ہیں: آیت کا قطعاً یہ معنی نہیں یہ صوفی لوگ زبانی اشارے دیتے ہیں¹⁰³۔

¹⁰² (تلبیس ابلیس: 337)

¹⁰³ (مدارج السالکین: 3/61)

اور یہ آیت کہ: فاخلع نعلیک (یعنی) اپنی جوتیاں اتار دے کی تفسیر میں شیخ عبدالغنی النابلسی جو کہ متاخرین میں سے ہے کہتا ہے: یعنی اپنی ظاہری و باطنی صورت یعنی اپنا جسم اور روح اتار دے ان کی طرف مت دیکھ کیونکہ وہ تیری جوتیاں ہیں¹⁰⁴۔

بعض صوفیاء نے اس آیت کی تفسیر کی ہے کہ: یعنی اپنی دنیا و آخرت اتار دے اس کھجور کے پاس۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعض صوفیاء اس فرق کو غلط قرار دیتے تھے سہل بن عبداللہ تنبیہ کرتے ہوئے اور نصیحت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ: سیاہی و سفیدی محفوظ کر لو یعنی علم کہ جس کسی نے ظاہر کو چھوڑا وہ زندیق ہے¹⁰⁵۔

اس کے باوجود بھی یہ لوگ اپنے اس عمل سے باز نہ آئے اس آیت: وان یاتوکم اساری (یعنی) ”اگر وہ تمہارے پاس قیدی بن کر آئیں“ کے بارے میں کہتے ہیں: یعنی گناہوں میں ڈوبے ہوئے اور آیت: والجارالجنب (یعنی) ”اجنبی ہمسایہ“ سے نفس مراد ہے حتیٰ کہ خود سہل بن عبداللہ سے مروی ہے کہ اس نے: ولا تقربا ہذہ الشجرة (یعنی) ”تم دونوں اس درخت کے قریب نہ جانا“ کی تفسیر میں کہا کہ: یہاں کھانا مراد نہیں بلکہ یہ مراد ہے کہ میرے سوا کسی کا قصد نہ کرنا۔“

شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس آیت سے متعلق یہ دعویٰ لوگوں کے علم کے خلاف ہے¹⁰⁶۔

¹⁰⁴(شطحات الصوفیة: 195)

¹⁰⁵(تلبیس ابلیس: 325)

¹⁰⁶(محاسن التاویل از قاسمی: 1/73)

ابوعبدالرحمن السلمی نے صوفیاء کے لئے صوفیت کی طرز پر تفسیر لکھی جو
دراصل دماغی خلل ہے تقریباً دو جلدیں ہیں کاش اس نے یہ تحریف نہ کی
ہوتی ¹⁰⁷۔

اور ان کا شیخ سراج فقہاء دین پر حملے کرتا تھا کیونکہ ان کا علم نفس سے بہت
قریب ہے اور وہ تکلیفی امور میں زندگی میں ایک آدھ باران کے علوم کے محتاج
ہوتے ہیں جبکہ وہ (صوفیاء) ہمیشہ ان کے علوم کے محتاج ہوتے ہیں ¹⁰⁸۔

ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہ نہ تو صحابہ کے کلام میں غور و تدبر کرتے ہیں نہ ہی
تکلیفی امور میں گفتگو کرتے ہیں جبکہ فہم شریعت کے لئے فہم عربیت
ضروری ہے کیونکہ قرآن عربی میں اترا ہے اور قرآن کی تفسیر ان معانی سے کرنا
جو صوفیہ کے دل میں خیالات آتے ہیں درست نہیں اور اس طرح کی تفسیر سلف
صالحین سے منقول نہیں بلکہ یہ باطنیت سے مشابہہ ہے اور فرق اور تفرقہ کی
اصل وجہ نفس میں آنے والے خیالات اور عجیب و غریب اشیاء ہیں ¹⁰⁹۔

شاعر محمد اقبال نے ایک صوفی کا ان اشعار میں خوب تصور پیش کیا ہے :

متاع الشيخ ليش الا اساطير قديمة
كلامه كله ظن و تخمين
حتى الان اسلامه زنارى
وحين صار الحرم ديرا اصبح هو من براهمته

¹⁰⁷(التفسير والمفسرون از محمد حسين ذهبي: 1/73 بحواله امام ذهبي)

¹⁰⁸(اللمع: 36)

¹⁰⁹(ملاحظه ہو شیخ خضر حسین کی الموافقات پر تعلیق: 36)

ترجمہ: ”شیخ (صوفی) کا ساز و سامان سوائے پرانی کہانیوں کے اور کچھ نہیں اس کا کلام محض ظن و تخمین ہے اب تک اس کا اسلام زناری*¹¹⁰ ہے اور جب حرم کسی راہب کی کٹیا بن جائے تو وہ اس کا برہمن بن جائے گا“¹¹¹۔

دوسری بحث: حقیقت (طریقت) محمدی

غلو کی وادیوں میں سے ایک وادی وہ بھی ہے جس میں صوفی واقع ہوئے بلکہ وہ کفر کی وادی ہے یہ رسول اللہ ﷺ کے متعلق غلو کا اور صوفیاء کا انہیں یونانی فلسفہ سے متاثر ہو کر پہلی مخلوق قرار دینے کا اور اس نصرانیت سے متاثر ہونے کا عجیب امتزاج ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کو الہی صفات سے متصف کرتی ہے۔

جسے وہ طریقت محمدی کہتے ہیں دراصل وہ اندھیرا ہی اندھیرا ہے کیونکہ اس کی بنیاد بیمار خیال و اوہام ہیں جن کا طریقت کی تعریف میں ان کے اقوال اور اس کے متعلق ان کی گفتگو یہ بھی خفاء کے پردے میں ہیں رسول اللہ ﷺ پہلا وجود اور پہلی مخلوق ہیں اور ایسے قطب ہیں جو اول تا آخر تمام افلاک کا مدار ہیں¹¹² انہی سے ہی سارے راز وابستہ ہیں اور ہر شے انہی کے سہارے قائم ہے¹¹³۔

وہ عین ایمان ہیں ہر انسان کے وجود کا سبب ہیں¹¹⁴۔

¹¹⁰ (زناری اسلام سے مراد ان کا عیسائی رہبان سے متاثر ہونا ہے جو درمیان سے لنگی پہنا کرتے تھے)

¹¹¹ (دیوان ارمغان حجاز: 130 بتحقیق سمیر عبدالحمید)

¹¹² (ظہر الاسلام: 4/220 تمام افلاک کے مدار کو قطب کہتے ہیں جو اپنی حرکت و سکون میں پائیدار ہو اور ہر ظاہر و پوشیدہ کو

چلا رہا ہو یہ ہی الوہی حقیقت ہے اور عقل فعال کا نظریہ ہے جو یونانی فلسفے سے ماخوذ ہے)

¹¹³ (ہذہ ہی الصوفیة: 87 بحوالہ مشیش)

¹¹⁴ (التصوف از زکی مبارک: 1/233)

گویا صوفیاء نے بس یہ نہ کیا کہ: رسول اللہ ﷺ کو قرآن کریم نے بشر رسول کہا ہے اور وہ اپنے اقطاب کو الہی صفات سے متصف کرتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ کے کیا کہنے لہذا انہوں نے طریقت محمدیہ کی بدعت نکالی اور اس نظریہ کی بنیاد پر ہی بوحیزی کہتا ہے:

وکل آی اتی الرسل الکرام بها فانما اتصلت من نورہ بهم

ترجمہ: ”مرسلین جس قدر نشانیاں لائے وہ ان تک آپ ہی کے نور سے پہنچیں۔“

وکیف تدعو الی الدنیا ضرورة من لولاه لم تخرج الدنیا من العدم
ترجمہ: ”اس ہستی کی ضرورت دنیا کو کیوں نہ ہو جو اگر نہ ہوتی تو دنیا عدم سے وجود میں نہ آتی۔“

اور ابن نباتہ المصری کہتا ہے:

لولاه ماکان ارض ولا افق ولا زمان ولا خلق ولا جبل

ترجمہ: ”وہ اگر نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا نہ زمین نہ آسمان نہ زمان نہ خلقت نہ پہاڑ۔“

جبکہ رسول اللہ ﷺ اپنی امت پر ہمیشہ غلو کا خوف کھاتے رہے فرمایا:

لا تطرونی کما اطرت النصراری عیسیٰ ابن مریم انما انا عبد اللہ ورسوله۔

مجھے اس قدر نہ چڑھاؤ تو جس قدر عیسائیوں نے عیسیٰ ابن مریم کو چڑھایا

درحقیقت میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں¹¹⁵۔

لیکن ان لوگوں کا طرز عمل تو غلو سے بھی بڑھ کر شرک و گمراہی ہے اگر ایسا نہیں تو پھر شیخ دباغ کے اس قول کہ: اگر نور محمد کو عرش پر رکھ دیا جائے تو وہ زائل ہو جائے¹¹⁶۔

¹¹⁵(صحیح البخاری)

¹¹⁶(ہذہ ہی الصوفیة: 87)

اور ابوالعباس مریسی کے اس قول کہ: تمام انبیاء رحمت سے پیدا کیے گئے اور ہمارے نبی عین رحمت ہیں۔ اللہ نے فرمایا: وما ارسلناک الا رحمة للعالمین (یعنی) ہم نے آپ کو جہاں والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ ان اقوال کی کیا وضاحت کی جاسکتی ہے آپ خود ہی اس عجیب دلیل پر غور کر لیں۔

یہ تو نصرانیت سے مکمل موافقت ہوئی جب عیسیٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ عیسائیوں کے لئے اللہ کے بیٹے ہیں تو پھر صوفیاء طریقت محمدی کیوں نہ اختیار کریں یہ تو ان کے نظریہ وحدت الوجود کا لازمی نتیجہ ہے ¹¹⁷۔

افسوس یہ ہے کہ ایک مستشرق نکلین جب شخصیت رسول کی متکلم کلام کرتا ہے تو عالی صوفیہ اس وقت اپنی اندھیر وادیوں میں بھٹکتے پھر رہے تھے جبکہ وہ بالکل درست لکھتا ہے کہ: جب ہم محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی شخصیت قرآن کی روشنی میں دیکھتے ہیں تو ہم اس صورت اور صوفیاء کا اپنے اولیاء سے متعلق تصور کے مابین بڑا واضح فرق پاتے ہیں وہ یہ کہ صوفی بزرگ اور شیعہ کا امام معصوم دونوں الہی صفات سے متصف کئے جاتے ہیں جبکہ رسول کو قرآن کریم میں بشر کہا گیا ہے ¹¹⁸۔

تیسری بحث: وحدت ادیان

صوفیت کی بہت سی خرافات و بکواسیات میں سے ایک وحدت ادیان بھی ہے جو بیمار ذہن کی پیداوار ہے جس کا خیال یہ ہے کہ وہ انسانیت کے ہمدرد ہیں جبکہ درحقیقت اور موجودہ حالات ہیں یہ بڑی ہی سنگین فکر ہے کیونکہ کائنات و حیات سے متعلق سنن الہیہ سے متصادم ہے جن میں ایک سنت حق و باطل

¹¹⁷(التصوف از زکی مبارک)

¹¹⁸(ہذہ ہی الصوفیة: 85)

،خیر وشر کے درمیان ٹکراؤ کی بھی ہے اور تمام ادیان کو ایک قرار دینا اسلامی انہدام کا خبیث مرکز ہے یا کسی ایسے مقلد کی بکواس ہے جو اپنی بات کی سنگینی سے واقف نہ ہو وگرنہ ایک موحد اور قبر پرست اور اللہ کی کتابوں کے محرف اور اپنے نبیوں کے عابد کو ایک ہی کیسے مان لیں ہم کس طرح ایمان اور کفر کو کس طرح ایک کہہ دیں یہ بات ابن عربی اور اس کے تلامذہ جیسا عقیدہ وحدت الوجود پر ایمان لانے والا ہی کہہ سکتا ہے جس کا عقیدہ ہے کہ زمین پر موجود ہر شے صحیح ہے اسے کوئی جدا نہیں کر سکتا اور اللہ اس بات سے بڑا وسیع ہے کہ کوئی معین عقیدہ اس کا احاطہ کرے سب صحیح ہے جہاں تک عذاب کا تعلق ہے تو وہ عذوبہ (چاشنی) سے مشتق ہے¹¹⁹۔

ابن عربی شعر میں اس عقیدے کی ترجمانی کرتے ہوئے کہتا ہے:

لقد صار قلبی قابلا کل صورة	فمرعی لغزلان و دیر لرهبان
وبیت الاوثان وکعبۃ و طائف	والواح توراۃ و مصحف قرآن
اذین بدین الحب انی توجہت	رکائبہ فالحب دینی وایمانی

ترجمہ: ”میرا دل ہر صورت قبول کر لیتا ہے ہرن کی چراگاہ ہو یا کسی راہب کی کٹیا بت کدہ ہو یا طائف کا کعبہ تورات کی تختیاں ہوں یا مصحف قرآن میں دین محبت کا ماننے والا ہوں اس کے سوار جہاں چلے جائیں محبت ہی میرا دین وایمان ہے۔“

اس کا دوست ابن فارض کرگاسے اپنی لنگی بنتے وقت کہتا ہے:

وما عقد الزنار حکما سوی یدی	وان حل بالاقرار فہی حلت
-----------------------------	-------------------------

¹¹⁹(ہذہ الصوفیۃ: 95)

وان خر للاحجار في البدعا عاكف فلا وجه للانكار بالعصبية

ترجمہ: ”میرے ہاتھ کے بغیر لنگی کی گٹھان مضبوط نہیں اور اگر وہ ثابت رہنے کے بجائے کھل جائے تو ہاتھ بھی ہٹ جاتا ہے اور اگر وہ کسی بت کدمے میں پتھروں کے سامنے گر پڑے تو وہ پوجا کر رہی ہوتی ہے لہذا عصبیت کی بناء پر انکار کی کوئی وجہ نہیں ہوتی۔“

بعض اعتدال پسند ابن عربی کی کتابوں سے خوفزدہ ضرور کرتے ہیں لیکن اس کی تکفیر نہیں کرتے اور اس کے اقوال کو گول مول کر کے پیش کرتے ہیں ان کی تاویلیں کرتے ہیں لیکن ہم نے ان میں سے کسی کو جلال الدین رومی کے اشعار سے روکتے نہیں سنا جبکہ اسے پسند کرنے والے بہت ہیں خاص کر ترکی اور ہند میں اس کا ایک قصیدہ درج ذیل ہے اس میں وہ اپنے استاد سے مشابہت کرتے ہوئے لکھتا ہے :

انظر الی العمامة احکما فوق راسی	بل انظر الی زنار زار دشت حول خصری
فلا تناعنی لا تناعنی	مسلم انا ولکنی نصرانی وبرہمی وزرداشتی
توکلت علیک ایہا الحق الاعلی	لیس لی سوی معبد واحد
مسجد او کنیسة او بیت اصنام	ووجھک الکریم فیہ غایة نعمنی

ترجمہ: ”پگڑی دیکھ جسے میں اپنے سر پر مضبوط باندھتا ہوں۔ بلکہ زردشت کی لنگی دیکھ میرے پہلو پر۔ نہ وہ مجھ سے الگ رہ سکے نہ وہ مجھ سے الگ ہو سکے۔ میں مسلمان ہوں لیکن نصرانی، برہمن، زردشت بھی ہوں۔ یا حق اعلیٰ تجھ پر میں اعتماد رکھتا ہوں۔ میرے لئے ایک ہی عبادت گاہ ہے۔ مسجد ہو یا کنیسیہ

یا بت کدہ- تیرا معزز چہرہ میری لذتوں کی انتہا ہے۔ نہ وہ مجھ سے الگ رہ سکے نہ وہ مجھ سے الگ ہوسکے¹²⁰۔

یہود کی عبادتیں، نصرانیوں کی لنگی کی گٹھان یا کمر بندہ اور ہندوستان کے مندر اور مسجدیں یہ سب ان کے لئے اللہ کی عبادت گاہیں ہیں چاہے وہ جہاں بھی جائیں¹²¹۔

ہم سارے صوفیاء کو اس بدعت کا ذمہ دار قرار نہیں دیتے کیونکہ ایسے اقوال کفر و انحراف و ضلالت ہیں جو صرف غالی صوفیاء کہتے ہیں لیکن تصوف کی ایسی ہی کشادہ راہیں اس طرح کی افکار کا سبب بنتی ہیں تو توحید ربوبیت، اور یہ بات کہ اللہ ہر شے کا رب اور مالک ہے میں غرق ہو جانا، اور قضاء و قدر کوئی جو مومن و کافر دونوں کے لئے یکساں ہے میں کھوجانا اور شرعی امر و نہی اور ان کے مومنین اور توحید الوہیت کی جانب توجہ نہ دینا اور طبعی کلمات میں کھوجانا جیسے محبت الہی اور عشق الہی وغیرہ ان تمام اسباب نے ابو یزید بسطامی کو یہ کہنے پر آمادہ کیا جب وہ یہود کے قبرستان سے گزرا تو کہنے لگا یہ معذور ہیں اور جب مسلمانوں کے قبرستان سے گزرا تو کہنے لگا یہ دھوکے میں پڑے رہے پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ تیرے عذاب دینے سے پہلے یہ ایسے سامان تھے جن پر فیصلے جاری رہے تو تو ان سے درگزر کر دے¹²²۔

گویا وہ چاہتا ہے کہ اللہ اپنی رحمت جنس بشر پر نچھاور کر دے گویا وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے زیادہ اس کے بندوں کے لئے رحیم بن رہا ہے۔ اسی قبیل کے کچھ

¹²⁰ (مجلة العروة الوثقی شماره نمبر 61، 1403 ہجری زیر ادارات عبدالحکیم الطیبی)

¹²¹ (ہذہ ہی الصوفیة)

¹²² (تاریخ التصوف: 28)

اقوال امیر شیکب ارسلان نے احمد شریف السنوسی¹²³ سے نقل کئے ہیں کہ اس کا چچا استاذ مہدی اس سے کہا کرتا تھا کسی کو حقیر نہ جاننا نہ مسلمان کو نہ عیسائی کو نہ یہودی کو نہ کافر کو کہ شاید وہ اپنی ذات میں اللہ کے ہاں تجھ سے زیادہ افضل ہو کیونکہ تجھے اپنے خاتمے کا علم نہیں¹²⁴۔

شیخ سنوسی کا یہ کلام درست نہیں کیونکہ جب ہم کافر کی تحقیر کرتے ہیں تو دراصل اس کے کفر کے بناء پر ایسا کرتے ہیں اور جب وہ مسلمان ہو جائے تو اس کے اسلام کی بناء پر اس کا احترام کرتے ہیں ہم ظاہر کے پابند ہیں اس میں صوفیت کا اثر واضح ہے لیکن میں اسے ان لوگوں میں نہیں سمجھتا جو وحدت الوجود کے قائل ہیں۔

یہ عقیدہ ان ماسونی افکار سے مشابہ ہے جو وحدت انسانی اور اختلاف مذہب کے سبب ترک اختلاف کی دعوت دیتے ہیں کہ ہر ایک اپنا دین و مذہب و عقیدہ چھوڑ دے کیونکہ انسانیت کے ناطے ہم سب ایک ہیں یہ خبیث دعوت ہے جو بظاہر بڑی آسودہ حال ہے مگر درپردہ ہولناک ہے۔

چوتھی بحث: اولیاء اور کرامات

اولیاء اور ان کی کرامات کے عنوان پر صوفیت ہمیشہ موضوع بحث رہی ہے اس سے متعلق کتاب و سنت کی تعلیمات پیش کرنے سے قبل ولی کی تعریف اور اس لفظ کی ارتقائی حیثیت ایک اصطلاح کے اعتبار سے کے متعلق گفتگو کرنا ضروری ہے اس کے بعد ہم قابل قبول اور ناقابل قبول کرامات کے متعلق گفتگو

¹²³یہ: یہ سنوسی تحریک کا لیڈر تھا جو لیبیا میں آج کل ظاہر ہے ان کے نظریات اٹالین استعمار کے خلاف ہیں

¹²⁴(حاضر العالم الاسلامی: 2/164)

کریں گے۔ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”نظر الولی علی حدیث الولی“ سے ولی کے متعلق بحث کا ایک مختصر حصہ درج ذیل ہے:

”لغت میں قلی قریبی اور مقرب کو کہتے ہیں اور ولایت عداوت کی ضد کو ولایت کا اصل معنی محبت اور قریب ہونا ہے اولیاء اللہ سے خاص مومن مراد ہیں اللہ سبحانہ نے ان اولیاء کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

الَّذِينَ ءَامَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿٦٣﴾ (یونس: 63)

(اولیاء اللہ جن پر خوف ہو گا نہ غم یہ) وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیزگار ہیں۔

یعنی جن پر ایمان لانا واجب ہے اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جس نافرمانی سے پرہیز کرنا واجب ہے اس سے پرہیز کرتے ہیں۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”ولی کو ولی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ امور اطاعت کو درست رکھتا ہے یعنی ان کی اتباع کرتا ہے یہی وہ معنی ہے جس کا مدار محبت قرب اور نصرت پر ہے جو معنی قرآن کریم میں وارد لفظ ولی اور اس کے مشتقات کی مراد ہے خواہ اولیاء اللہ کی نسبت سے ہو یا اعداء اللہ کی نسبت سے چنانچہ ہمارے لئے جائز نہیں کہ ہم اصطلاح کو قرآن کے بیان کردہ اور مقرر کردہ معنی سے خارج کر دیں۔“

ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: اللہ کے ولی سے وہ شخص مراد ہے جو عالم باللہ یعنی اللہ (کی ذات و صفات) کا علم رکھنے والا ہو اور ہمیشہ اس کی اطاعت میں لگا رہے ”یہ لفظ اس معنی میں استعمال رہا تا آنکہ یہ شیعہ اور صوفیہ میں رائج ہوا اور انہوں نے اسے اپنا امام اور شیخ کے لئے دیگر معنوں میں استعمال کرنا شروع

کردیا جو کہ غیر اسلامی ہیں چنانچہ یہ ایک خاص طبقے میں محصور ہو کر رہ گیا جبکہ اس سے قبل ہر اس بندے کے لئے درست تھا جو اللہ کے دین کی کسی بھی طرح مدد کرتا ہو سب سے پہلے اس کے معنی میں تبدیلی شیعہ نے کی اور اسے امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کی آل اولاد کے لئے استعمال کیا کہ وہ اور ان کی نسل عرش کے نیچے کی مٹی سے بنائے گئے نورانی بشر ہیں پھر اس میں شیعہ اور صوفیاء نے علم لدنی کا اضافہ کر لیا کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ علی بن ابی طالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ علم حاصل کیا تھا۔

صوفی قشیری کا خیال ہے کہ: ”ولی کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ وہ معصوم عن الخطاء ہوتا ہے۔“

صوفیاء نے اس عقیدے میں شیعہ کی تقلید کی ہے وہ بھی اپنے ائمہ کو معصوم عن الخطاء سمجھتے ہیں صوفیاء کبھی اسے حفظ سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

کلابازی کہتے ہیں کہ: ”اپنے انبیاء کی عصمت اور اولیاء کی حفاظت میں اللہ کے طور طریقے“ ولی کا سب سے بلند رتبہ صوفیاء کے نزدیک فناء ہے یہ ولایت کا دروازہ و مقام ہے۔

ابن عربی کے نزدیک فناء کے مراتب ہیں ایک مرتبہ ولایات خاقہ کا بھی ہے اس سے وراثت مراد ہے کیونکہ اولیاء اللہ سے ڈائریکٹ علم سیکھتے ہیں ایک ولی ابن عربی کے نزدیک انبیاء سے افضل ہوتا ہے کیونکہ وہ ذوق والے ہوتے ہیں اور علم وجود اور اسرار تقدیر سے واقف ہوتے ہیں۔

ولایت کا یہ رنگ صوفیانہ مفہوم ہے جبکہ قرآن کریم میں ولی ایک مثبت شخصیت کا حامل ہوتا ہے اور دین سے متعلق ہر حکم و نہی کا پابند ہوتا ہے نیز

صحابہ اور تابعین اور علماء عاملین اس لفظ کے زیادہ مستحق ہیں اور اس حدیث کے مکمل مصداق ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ”جو میرے ولی سے بغض رکھے میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں“ جبکہ صوفیاء اس طریق کے برعکس طریقے ولایت کا حصول مانتے ہیں کیونکہ ان کی ریاضتوں کا مقصد اللہ کی معرفت ہے یا پھر فناء جبکہ اللہ کی معرفت اہل ایمان کی شان ہے اور فطری معرفت ہے جیسا کہ ہمیں قرآن بتاتا ہے اور عمل صالح میں یہ وصف ہے کہ اس کے عامل کو اللہ پسند کرنے لگتا ہے جبکہ صوفیاء کا فناء انہیں اتحاد اور حلول کے کفر میں مبتلا کرتا ہے تو اہل السنۃ کا طریق ولایت نسبتاً آسان ہے اور ہر ایک کے لئے ہے اور اس طریق کی ابتداء ہی اللہ اور اس کے بندوں کے مابین محبت سے ہوتی ہے جبکہ صوفیت کا طریق ولایت نہ صرف مشکل بلکہ موروثی ہے مرید کے لئے پر مشقت راہوں سے گزرنا اور پھر ایسی بکواسیات کا سہارا لینا ضروری ہے جن میں اسے اللہ کے سامنے حاضر سمجھا جائے۔ اہل السنۃ کے نزدیک افضل ترین اولیاء انبیاء و رسل ہیں جبکہ صوفیاء کے نزدیک انبیاء ان فلاسفہ سے بھی حقیر ہوتے ہیں جو الوہیت کا دعویٰ کرتے ہوں جیسا کہ سہروردی کا کہنا ہے جسے صلاح الدین ایوبی رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھوں سے واصل جہنم کیا تو اہل السنۃ کے نزدیک ولی سے وہ مثبت شخصیت کا مسلمان ہے جو طاعات کا اہتمام کرتا ہو جبکہ صوفیاء کے نزدیک وہ ہے جو فناء میں غرق ہو۔ (انتہی)

معنی ولی اور اس کے ارتقاء اور اس کے شرعی معنی کے بیان و وضاحت کے بعد کرامات کے متعلق اہل السنۃ کا موقف بیان کرنا ضروری ہے نیز یہ کیا صوفیاء نے اس موقف کا التزام کیا یا نہیں اور کیا ولایت و کرامت میں کچھ تعلق ہے؟۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس کائنات کا پیدا فرمایا اور اس میں ایک محکم و مضبوط نظام جاری و ساری کر دیا جس میں نہ تو سقم ہے نہ ہی تعارض و تخلف اور اسباب

کو مسببات اور نتائج اور ان کے مقدمات کے ساتھ مربوط کر دیا اور ہر شے کو کچھ صفات عطاء کیں آگ جلاتی ہے، پانی سیراب کرتا ہے، خوراک بھوک مٹاتی ہے اور پھر یہ کائناتی نظام عمدہ و مرتب ہے چاند، سورج، ستارے، دن اور رات کا پیر پھیر یہ سب اس کے بہترین نظام ہیں تو اگر کبھی اسباب نتائج سے مربوط نہ ہوں اور یہ عادت مالوفہ سے ہٹ کر کچھ ہو اللہ کے حکم سے کسی دینی مصلحت کی بناء پر یا کسی صالح شخص کی دعاء سے تو اگر خرق عادت معاملہ نبی کے لئے ہو تو وہ معجزہ ہے اور اگر صالحین کے لئے ہو تو وہ کرامت ہے اور یہ کرامت اگر حقیقتاً کسی ولی کے لئے ہو تو دراصل یہ بھی معجزات رسول ﷺ کا ہی ایک رخ ہے جو آپ کی اتباع کی برکت سے حاصل ہوا۔

یہ امور خرق عادت یا علم کی نسبت سے ہوتے ہیں کہ نبی وہ کچھ سن لیتا ہے جو کوئی دوسرا نہیں سن پاتا یا وہ کچھ دیکھ لیتا ہے جو کوئی اور نہیں دیکھ پاتا نیند کی حالت میں یا بیداری میں یا وہ کچھ جان لیتا ہے جو کوئی دوسرا نہیں جان پاتا ولی اور الہام یا بندہ مومن کی فراست صادقہ کے اعتبار سے نیز یہ یا تو قدرت و تاثیر کی قبیل سے ہوتا ہے جیسے دعائے مستجاب یا کھانے میں برکت یا آگ کا نہ جلانا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے اس نوع کی کرامات ثابت ہیں یا پھر کسی دینی ضرورت یا حجت کی نوع سے ہوتا ہے جیسے ام ایمن رضی اللہ عنہا نے جب ہجرت کی تو ان کے پاس کھانے پینے کا سامان نہ تھا وہ بھوک سے نڈھال ہو کر موت کے قریب تر ہو گئیں تو اپنے سر کے اوپر کچھ محسوس کیا تا دیکھا تو ڈول لٹکا ہوا تھا تو اس سے سیراب ہو گئیں نیز براء بن مالک رضی اللہ عنہ قسم کھا لیتے تو اللہ ان کی قسم پوری کرتا اور سعد بن ابی وقاص مستجاب الدعوات تھے اسلامی لشکر کے امیر علاء بن حجرمی اور ان لشکر بحرین میں سمندر کی سطح پر چلا مگر سمندر نے ان سے کچھ تعرض نہ کیا جبکہ ان کے پاس

کشتیاں بھی نہ تھیں جن پر وہ سوار ہوتے نیز ابو مسلم الخولانی کو آگ میں ڈالا گیا مگر وہ انہیں جلانہ سکی¹²⁵۔

یہ صحیح واقعات صحابہ کے لئے ثابت ہیں اور ان سے زیادہ واقعات تابعین کے بعد رونما ہوئے اہل السنۃ بدعتیوں کی طرح کرامات کے منکر نہیں اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ جس اللہ نے اسباب اور مسببات کو پیدا کیا وہ اپنے بندوں کے لئے ان خرق عادت امور پر بھی قادر ہے لیکن صوفیاء صرف اس کے وقوع کو ہی صاحب کرامت کی افضلیت کی دلیل قرار دیتے ہیں حتیٰ کہ اگر کسی فاجر کے ہاتھوں ہی کرامت کا صدور ہو تو وہ اسے شیخ طریقت کا لقب دے دیتے ہیں چنانچہ اس موضوع پر کچھ تحفظات ہونا لازمی تقاضا ہے۔

1 صحابہ کے لئے اس طرح کی کرامات تکلف اور مطالبہ یا روحانی ریاضتیں کئے بغیر حاصل ہوئیں بلکہ اس طرح اللہ انہیں عزت دینا چاہتا تھا یا ان کی کسی دعا کا اثر تھا جس میں کوئی دینی مصلحت تھی یا توفیام حجت یا حاجات مسلمین کی تکمیل جیسا کہ نبی ﷺ کے معجزات بھی ایسے ہی تھے جبکہ متاخرین کرامات کو طلب کرتے ہیں ان کے لئے تکلف اور روحانی ریاضتیں کرتے ہیں جن سے بسا اوقات ان کا جسم یا نفس بگاڑ کا شکار ہو جاتا ہے حالانکہ کرامات کو طلب کرنا اس کے حق میں تو کوئی دلیل نہیں البتہ اس کے خلاف دلائل ہیں دراصل انہیں انسان سے پردہ غیب میں رکھا گیا ہے نہ کہ یہ ان تکلیفی امور سے ہے جن کا بندے کو مکلف بنایا گیا ہے¹²⁶۔

¹²⁵ (الفتاویٰ: 11/279) از ابن تیمیہ اس مقام پر ابن تیمیہ نے معجزات و کرامات سے متعلق بیش بہا موتی پیش کئے ہیں)

¹²⁶ (الموافقات از شاطبی: 2/283)

یہ سب فلاسفہ سے متاثر ہونے کا انجام ہے کیونکہ وہ اس طرح کی خرق عادت امور کے حصول کے لئے اسی طرح معین ریاضتیں ضروری قرار دیتے ہیں۔

2 اولیاء کی کرامات کا سبب ان کا ایمان و تقوی ہوتا ہے اور اللہ کا ولی فرائض سنن و نوافل کا پابند ہوتا ہے اللہ کے حکم کو جانتا ہے اور اپنے علم پر عمل کرتا ہے تو جس کا عقیدہ و عمل صحیح ہو وہ اللہ کا ولی ہے اور اس بات کا مستحق ہے کہ اللہ اگر چاہے تو اسے اعزاز بخشے ایسی شخصیت کے لئے کچھ خرق عادت ہو جانا مضر نہیں نہ ہی اس کے ذریعے دہوکے میں پڑا جاسکتا ہے نہ ہی وہ اس پر متکبر ہوتا ہے ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو اس سے بھی افضل ہو اس کے لئے کرامت ثابت نہ ہو چنانچہ کرامت افضلیت کی دلیل نہیں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ چیز حاصل نہ ہو سکی جبکہ دیگر کچھ صحابہ کو حاصل ہوئی بالکل اسی طرح ہر شخص ولی اللہ نہیں ہو سکتا جس کے لئے کچھ خرق عادت ہو جس طرح ہر وہ شخص جسے دنیاوی نعمتیں میسر ہوں تو یہ اس کی کرامات شمار ہوتی ہیں بلکہ کبھی خرق عادت امر ایسے شخص کے لئے بھی ممکن ہو جاتا ہے جو فرائض کا تارک ہو اور بے حیائیوں کا مرتکب ہو تو یہ ہاتھ جناتی شیاطین کی شرارت شمار ہوگی جن کا مقصد لوگوں کو گمراہ کرنا ہو یا پھر اللہ کی طرف سے مہلت اور اس کی تدبیر شمار ہوگی یا پھر ایسی ریاضت (پریکٹس کر کے مشقت کا عادی بن جانا) شمار ہوگی جو کافر ہندو سادھو اور بدھ بھکشو وغیرہ بکثرت کرتے ہیں جس کے نتیجے میں وہ اتنے ایکسپرٹ ہو جاتے ہیں کہ گرم آلات ان پر اثر انداز نہیں ہو پاتے یا وہ کئی کئی روز کچھ کھائے پیئے بغیر گزار دیتے ہیں فاسق لوگ اسے ان کی کرامت سمجھتے ہیں۔ اس حوالے سے ایک اہم سوال یہ ہے کہ صحابہ اور تابعین کے ادوار میں اس طرح کے خرق عادات واقعات بہت کم ہیں جبکہ ان کے بعد بکثرت ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ ابن

تیمیہ رضی اللہ عنہا جواب دیتے ہیں کہ: ”یہ ہر شخص کی ضرورت کے مطابق ہے جب کوئی کمزور ایمان والا یا محتاج اس کا ضرورت مند ہو تو اس کے پاس کچھ ایسا خرق عادت معاملہ ہو جاتا ہے جو اس کے ایمان کو قوی کر دیتا ہے اور جو اس سے بڑھ کر ولی ہو تو وہ اپنے بلند رتبے کی بناء پر اس سے مستغنی ہوتا ہے“¹²⁷ جیسے اس کرامت کا نہ ہونا مسلمان کے لئے مضر نہیں نہ ہی اس سے اس کے مرتبے میں کچھ فرق پڑتا ہے صحابہ سے اس طرح کے امور اس لئے صادر ہوئے کہ ان کے ذریعے اللہ نے انہیں اکرام بخشا یا کسی دینی ضرورت کی تکمیل کی پھر ان کے بعد ادوار میں اس طرح کے واقعات کا بکثرت ہونا ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ کے قول کی تائید کرتا ہے¹²⁸۔

3 اس دین کا عظیم ترین معجزہ قرآن کریم ہے جسے اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر نازل کیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مادی معجزات کا مطالبہ کیا گیا تو آپ نے انکار کر دیا کیونکہ یہ منہج دین نہیں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ بِكَ حَتَّىٰ تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعًا ۖ أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ خَيْلٍ وَعَنْبٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا ۖ أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمَتْ عَلَيْنَا كِسْفًا أَوْ تَأْتِيَ بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ قَبِيلًا ۖ أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرٍ أَوْ تَرْقَىٰ فِي السَّمَاءِ وَلَنْ نُؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّىٰ

¹²⁷ یہ اس وقت ہے جس اس کرامت کا نقل ہونا ثابت ہو جائے علاوہ ازیں ہم اس بات سے غافل نہیں کہ خواہش پرست اور بدعتی ٹولہ اس دور کے بعد اپنے مذہب کی صحت ثابت کرنے کے لئے اس طرح کی کرامات بکثرت نقل کرنا شروع کر دیں جن کی کوئی اساس نہ ہو

¹²⁸ (فتاویٰ ابن تیمیہ: 11/323)

تُنزَلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَقْرُؤُهُ^ط قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيَ هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا ﴿٩٣﴾
(الاسراء: 90 تا 93)

(مشرکین مکہ) نے کہا ہم تجھ پر ایمان نہ لائیں گے تاوقتیکہ تو ہمارے لئے زمین سے چشمہ پھاڑ دے یا نہر کھجور وانگور کا باغ ہو جس میں تونہریں چلا دے یا تو آسمان کا ٹکڑا ہم پر گرا دے جیسا کہ تیرا کہنا ہے یا تو اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آیا تیرا سونے کا گھر ہو یا تو آسمان چڑھ جائے اور ہم تیرا چڑھنا جب ہی مانیں گے جب تو ہمارے پر ایک کتاب اتار لائے جسے ہم پڑھ لیں کہہ دیجئے اللہ میرا رب پاک ہے میں محض بشر رسول ہوں۔

ایسے ہی نبی ﷺ کو حکم دیا گیا کہ وہ دعویٰ استغناء و اختیار کل اور علم غیب سے براءت کا اظہار کر دیں :

قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ
 إِن آتَيْتُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ^ط (الانعام: 50)

کہہ دیجئے کہ میں نے تم سے کب کہا اور نہ میں کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ ہی میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو بس اسی پر چلتا ہوں جو میری طرف وحی کیا جائے۔

یہی وجہ ہے کہ آپ کی زندگی بلند مرتبے کے باوجود عام انسانوں جیسی تھی¹²⁹۔

¹²⁹(المواقفات از شاطبی: 2/248)

جب آپ ﷺ نے ہجرت کی تو آپ ہوا میں اڑ کر نہیں گئے بلکہ عام سواروں کی طرح نو دن میں پہنچے آخر کیوں؟ کیونکہ یہی وہ زندگی کے جو لوگ گزارتے ہیں اللہ وہ مشیئت جو اس نے لوگوں میں جاری رکھی ہوئی ہے لیکن اکثر لوگوں کے لئے یہ بات تکلیف دہ ہے کہ اس کائنات کا نظام اس طرح محکم و مضبوط ہو اور وہ کوشش کرتے ہیں کہ مجذوبوں اور درویشوں کو اس میں تصرف کا اختیار دلا دیں¹³⁰۔

حقیقت اپنی جگہ قائم ہے کہ راہ ہدایت راہ کتاب و سنت جس پر صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم گامزن رہے اس پر استقامت کا مظاہرہ ہی اصل کرامت ہے پھر اگر اللہ کسی مخلص مومن کو عزاز کسی کرامت سے نواز دے تو اسے چھپانا واجب ہے اسے ظاہر نہیں کرنا چاہیئے اور اللہ کے اس احسان پر شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔

پانچویں بحث: اقطاب و اتاد

جب ولی کا معنی قرآنی مراد سے علاوہ اپنی منشاء و مرضی کے مطابق اختیار کیا گیا تو نتیجتاً صوفیاء نے اقطاب، ابدال، اتاد کی اصطلاحات وضع کر لیں جن پر اللہ کی طرف سے کوئی دلیل نہیں اور پھر ان اصطلاحات کو مقام مرتبے تک کے اعتبار سے ترتیب دیا جس طرح عیسائی اپنے دینداروں کو مراتب میں تقسیم کرتے ہیں۔ شماس (قسس یعنی پوپ سے نیچے درجے کا پادری) سے ابتداء کرتے ہیں اور پوپ پر اختتام کرتے ہیں۔ ایسے ہی شیعہ، نصیریہ اور اسماعیلیہ اپنے ائمہ کی ترتیب لگاتے ہیں جیسے سابق پھر تالی پھر ناطق پھر اساس¹³¹۔

صوفیاء نے بھی اسی طرح اپنے اولیاء کو درجات کے اعتبار سے مرتب کیا ہے:

¹³⁰ (ثقافتنا از زکی نجیب محمود: 172)

¹³¹ (فتاویٰ ابن تیمیہ: 11/439)

- 1 قطب
- 2 اوتاد اربعة
- 3 ابدال، یہ چالیس ہیں شام میں....؟
- 4 النجباء یہ مخلوق کے بوجھ اپنے اوپر لاد لیتے ہیں
- 5 نقباء

ان کے نزدیک قطب کسے کہتے ہیں اس کے جواب میں تیجانہ کا بانی کہتا ہے: قطب درحقیقت حق (اللہ تعالیٰ) کی نیابت ہے خلق تک حق کی طرف سے کچھ بھی قطب کے حکم کے بغیر نہیں پہنچ سکتا¹³²۔

پھر صوفیاء کے ہاں قطب بھی دو طرح کے ہیں :

1 جو بشر ہو مخلوق ہو اس زمین پر موجود ہو۔ اپنی موت کے وقت اپنا مقرب ترین بدل جانشین چھوڑتا ہے (عیسائیوں سے مکمل مشابہت)۔

2 وہ قطب جس کا کوئی قائم مقام نہیں بن سکتا وہ ایک چنیدہ روح ہوتا ہے جو اس کائنات میں میں ایسے سیر کرتا ہے جیسے روح جسم میں چلتی ہے¹³³۔

رفاعی ان تمام مراتب سے بھی آگے ہے اپنے ایک شاگرد سے کہتا ہے: اپنے شیخ کو قطبیت سے پاک رکھ¹³⁴۔

ابوالعباس مریسی کے نزدیک مقام صدیقیت مقام قطبیت سے بھی فائق ہے¹³⁵۔

¹³²(ہذہ ہی الصوفیة:125)

¹³³(ہذہ ہی الصوفیة:125 نیز تنبیہ الغبی کا حاشیہ:32)

¹³⁴(طبقات الشعرا:1/144)

¹³⁵(لطائف المنن:12)

اوتاد یہ چار افراد ہیں اور عالم کے چار ستونوں مشرق مغرب شمال جنوب میں ہوتے ہیں¹³⁶۔

ابدال یہ سات افراد ہیں کسی ایک جگہ نہیں اپنا جسم چھوڑ کر زندہ ہیں¹³⁷۔

ایک مسلمان ان خرافات کو پڑھ سن کر تعجب میں پڑجاتا ہے کہ جرجانی وغیرہ جو علم و معرفت کا دعویٰ کرتے ہوں کس طرح یہ باتیں کرجاتے ہیں یہ تو عقیدہ اسلامیہ سے مزاحم پرخطر راستے ہیں یہ عقیدہ کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے سوا کوئی اور بھی اس کائنات میں تصرف کرتا ہے شرک اکبر ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر اولیاء کو صدیقین کے وصف سے متصف کیا ہے جیسے صدیق اکبر اور سیدہ مریم ام عیسیٰ علیہا السلام مگر یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کی کھلی مخالفت کرنے لگے ہیں کہ: قطبیت مرتبہ صدیقیت سے بڑھ کر ہے۔ ان کے کلام کا خلاف عقل بلاشبہ معلوم ہے کیونکہ عقل ان خرافات کو نہیں مان سکتی کہ اقطاب اوتاد عالم میں تصرف کرتے ہیں وہ چار ہیں یہ سات ہیں وہ کہاں سے یہ تعداد و تخصیص لے کر آئے ہیں اور کہاں سے قطب کو اللہ کا نائب قرار دیتے ہیں کیا اللہ عام بادشاہوں کی طرح ایک بادشاہ ہے جو نائب کا محتاج ہو سبحان اللہ یہ بہتان و افتراء پردازی و بکواس ہے۔

(فتاویٰ ہزاریہ میں ہے کہ: جو کہے کہ مشائخ کی ارواح حاضر ہوتی ہیں علم رکھتی ہیں وہ کافر ہے۔ نیز ملاحظہ ہو غایۃ الامانی از شکر الوسی: 3/66 یہاں اولیاء اوتاد و اقطاب سے متعلق شیخ صنع اللہ حنفی نے بہترین کلام کیا ہے ملاحظہ ہو: 2/66)

¹³⁶(التعریفات از جرجانی: 39)

¹³⁷(التعریفات از جرجانی: 23)

یہاں طریقت محمدی، وحدت الادیان سے متعلق صوفیاء کا کلام ہم نہیں لکھ سکتے کیونکہ وہ مردہ کلام اور گھٹیا بکواس سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔ جس کی تعبیر ہمارے لئے ممکن نہیں درحقیقت وہ اسلام کی شاندار عمارت زمین بوس کرنے والی غنوصیت ہے (یہ ایک فلسفیانہ دین ہے اس کی بہت سی صورتیں ہیں جس کی ابتداء یہ ہے کہ حق کی معرفت اس کشف کے ذریعے ممکن ہے جو براستہ ظن و تخمین عارف کا معروف کے ساتھ مل کر حاصل ہو اور یہ معرفت علم و استدلال کے ذریعے ممکن نہیں یہ تصوف ہی کی ایک قسم ہے جو معرفت کی اعلیٰ ترین راہ سمجھی جاتی ہے اس کا عقیدہ ہے کہ خرق اور ادیان میں کچھ آڑ نہیں سب ایک ہیں اس اعتبار سے یہ انتہائی خطرناک ہے یہ یونانی لفظ غنوصیس یعنی معرفت سے نکلی ہے پہلی صدی عیسوی میں جب یونانی اور مشرقی ثقافت کا اختلاط ہوا اس کے نتیجے میں یہ بہت پھیل گئی تھی اس کے بانیان میں تیسری صدی عیسوی کا فلسفی افلاطون بھی ہے ملاحظہ ہو مقدمہ الطريق الولاية اليها از ابراهيم هلال: 77)

چھٹی بحث: بکواسیات اور نامعقولیات

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر کوئی دن کے شروع میں صوفی بن جائے تو ظہر سے پہلے پہلے احمق بن جائے گا ¹³⁸۔

یہ روایت صحیح ہو یا نہ ہو حقیقت یہی ہے کہ صوفیت میں عام رجحان عقل و عقلانیت سے دوری ہی ہے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ احوال اور مقامات تک پہنچنے کے لئے عقل زائل کرنا ضروری ہے اسی لئے وہ اپنے مشائخ کے لیے ایسے واقعات بیان کرتے ہیں جن کا عقل سے بالکل واسطہ نہیں ہوتا جبکہ عقل

¹³⁸ (تلبیس ابلیس: 370)

معرفت علوم میں شرط اول ہے یہ ایسے ہی ہے جیسے آنکھ کے لئے بصارت ضروری ہے پھر اگر اس کے ساتھ ایمان و قرآن کا نور بھی حاصل ہو جائے تو یہ نور علی نور ہے جبکہ عقل کو بالکل ہی ترک کر دینا تو حیوانیت و بہیمیت ہے۔

۔ (ملاحظہ ہو فتاویٰ ابن تیمیہ: 3/338 نیز ابن تیمیہ نے دس جلدیں صرف اس عنوان پر لکھی ہیں کہ شریعت منقولہ اور حقیقت معقولہ میں بالکل فرق نہیں (کوئی مسلمان مکلف اسی وقت بنتا ہے جب وہ عاقل ہو یہ بھی علم ہے لیکن صوفیاء کے ہاں سب ممکن ہے سب چلتا ہے خواہ کتنا ہی عجیب ہو کیونکہ ان کے مشائخ کی کسی بات کا رد نہیں کیا جاسکتا اور اگر رد کریا تو پھر وہ حجاب میں آجاتا ہے اس طرح کے معاملات نہیں سمجھ سکتا اسی لئے ان کے قصے و حکایات یہود و نصاریٰ کے لئے باعث مذاق ہیں جیسا کہ آلوسی نے لکھا ہے¹³⁹۔

چونکہ سقوط بغداد کے بعد لوگ اسباب کو مسببات کے ساتھ مربوط کرنے سے عاجز آچکے تھے لہذا تصوف ہی وہ واحد راہ بچی جو اس مشکل سے پیچھا چھڑا سکتی تھی تو لوگ بکثرت صوفیاء کے پاس جانے لگے ان سے تبرک حاصل کرنے لگے اور شہروں میں صوفیاء کی بہتات ہو گئی¹⁴⁰۔

کوئی ہمیں جھوٹا اور ظالم نہ سمجھے صوفیاء کے یہ نامعقول قصے شعرانی کی کتاب ”الطبقات الكبرى“ سے ماخوذ ہیں وہ ان قصوں کو نقل کرتا ہے اور اس پر بالکل تنقید نہیں کرتا کیونکہ اس کے عقیدے کے مطابق یہ سب صحیح ہے بلکہ مجذوبوں کے قصے بیان کر کے انہیں بنظر تحسین دیکھتا ہے حالانکہ یہ کہا جاتا ہے کہ یہ قصے ان کے بارے میں بنائے ہوئے ہیں لیکن شعرانی انہیں نقل کرتے وقت

¹³⁹(محاکمة الاحمديين: 490)

¹⁴⁰(ظہر الاسلام از احمد امین: 4/219)

ان کا انکار نہیں کرتا اس کے دور سے آج تک ان قصوں کو پڑھنے والوں میں سے کوئی بھی نہیں کہتا کہ ہم ان قصوں کو نہیں مانتے انہیں ہماری کتابوں سے ہٹایا جائے یہی مشکل ہے کہ لوگ انہیں روا سمجھتے ہیں اور عملاً ان کی تصدیق کرتے ہیں ذیل میں مختلف ادوار سے لے کر مؤلف کے دور کے 10 ویں صدی ہجری تک کے چند نمونے درج ہیں:

1 شیخ احمد رفاعی کے تذکرے میں شعرانی لکھتا ہے: جب حق تعالیٰ اس پر تعظیماً تجلی ڈالتا تو وہ پیگھل جاتا حتیٰ کہ پانی کا ٹکڑا سا بن جاتا پھر اسے لطف پالیتا پھر وہ آہستہ آہستہ جمنا شروع ہو جاتا اور واپس جسم بن جاتا اور پھر کہتا کہ: اگر اللہ میرا رب نرمی نہ کرتا تو میں تمہاری طرف نہ پلٹتا¹⁴¹۔

2 شیخ ابو عمرو بن مرزوق القرشی کے بارے میں لکھتا ہے: یہ عربی شیخ تھا جب کوئی عجمی بولنا چاہتا یا عربی عجمی بولنا چاہتا تو یہ اس کے منہ میں تھوک دیتا اور وہ اس کی زبان بولنا شروع کر دیتا گویا اس کی اصل زبان وہی ہے¹⁴²۔

بچارے مسکین طلباء جو اجنبی زبان پڑھتے ہیں اگر آج یہ شیخ ہوتے تو انہیں بڑا سکون مل جاتا بڑا سکون۔

3 تقی الدین سبکی کہتے ہیں: میں محفل سماع میں گیا وہاں شیخ رسلانی تھے وہ ہوا میں تیرتے پھر آہستہ آہستہ نیچے آجاتے حتیٰ کہ جب ان کی کمر زیتون

¹⁴¹(الطبقات:1/143)

¹⁴²(الطبقات:1/154)

کے درخت پر ٹھہرجاتی جو خشک ہوچکا ہوتا اچانک سرسبز ہوجاتا اور پھل دینے لگتا اور اس سال زیتون حمل سے بھی ہو گیا¹⁴³۔

یہاں تعجب شیخ ارسلان سے نہیں بلکہ تقی الدین سبکی جیسے عالم سے ہے کہ اس نے کس طرح قبول کر لیا کہ اللہ کے ذکر کرتے وقت رقص کیا جائے اور یہ جھوٹ اس نے کس طرح مان لیا (بشرطیکہ شعرانی کا سبکی کے متعلق یہ بیان سچ ہو)

4 ابوالعباس احمد ملثم کے متعلق شعرانی کہتا ہے: لوگوں کا اس کی عمر میں اختلاف تھا بعض کہتے یہ یونس عَلَيْهِ السَّلَام کی امت کا ہے اور بعض کہتے کہ اس نے امام شافعی رَضِيَ اللهُ عَنْهُ کو دیکھا ہے اس سے اس بارے میں پوچھا گیا تو کہنے لگا میری عمر اس وقت تقریباً 400 سال ہے۔ اہل مصر اپنی لڑکیوں کو اس کے ساتھ خلوت و جلوت سے منع نہیں کرتے تھے¹⁴⁴۔

5 شیخ ابراہیم جعبری کی ایک مریدہ ان کا وعظ سنتی جبکہ وہ مصر اور سوڈان کے پرے ہوتی تھی¹⁴⁵۔

6 حسین ابوعلی کامل عارفین میں سے تھا بہت سی شکلیں رکھتا تھا کبھی فوجی ہوتا تو کبھی درندہ تو کبھی ہاتھی (واہ اللہ کے لطائف)¹⁴⁶۔

¹⁴³(الطبقات:1/152)

¹⁴⁴(الطبقات:1/157)

¹⁴⁵(الطبقات:1/203)

¹⁴⁶(الطبقات:1/87)

7 ابراہیم بن عصفیر: اس پر اکثر حال آتے یہ جنازہ کے آگے چلتا اور گالیاں دیتا اور اول فول بکتا اسکے بڑے عجیب حال تھے اور مجھ سے محبت کرتا تھا میں اس کی زیر برکت و نظر تھا¹⁴⁷۔

شاید یہ پاگل تھا جو مکلف نہیں ہوتے البتہ شعرانی کا کہنا کہ: ”وہ میرا سردار ہے میں اس کی زیر برکت و نظر رہا ہوں“ تو یہ بھی باعث تعجب نہیں اور آج کل صوفیاء کے جو خیالات ہیں ان کے مطابق کیا وہ شعرانی پر تعجب کریں گے ہرگز نہیں ان جیسے صوفی حقیقت سے زیادہ فریب کو مانتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک علماء سے قبل حقیقت کو بھلے اور قلندر بیان کر دیتے ہیں۔ یہ صوفیت اور شعرانی کی کتب کا ہی اثر ہے کہ مصری یونیورسٹیوں کے اساتذہ جب میڈیکل، فزکس یا کیمسٹری کے متعلق گفتگو کر رہے ہوتے ہیں تو اس ان کی عقول صحیح سالم ہوتی ہیں مگر جب کسی ولی کے متعلق گفتگو کرتے ہیں تو ان کی عقول کو کیا ہو جاتا ہے کہ وہ اس کا ہوا میں اڑنا پانی کی سطح پر چلنا تسلیم کر لیتے ہیں¹⁴⁸۔

یہ یہاں حقیقی اسلام کا دفاع نہیں کر رہے بلکہ عقل کا دفاع کر رہے ہیں اور وہاں کے قانونی منطقی سیکولر مذہب کا (یہ دورنگی اسباب و مسببات کی معرفت کے لئے نفسیاتی علاج کی محتاج ہے ہم نے شام کی یونیورسٹیوں میں طلباء کو دیکھا ہے کہ کیسے وہ دجال مفسد ٹائپ لوگوں کی اتباع کرتے ہیں جن کا کذب و فریب واضح ہوتا ہے دراصل یہ مشائخ شروع ہی سے مرید کے دماغ کی خبیث شیطانی طریق پر برین واشنگ کر دیتے ہیں جس سے جامعات کے نہ صرف طلاب

¹⁴⁷(الطبقات: 1/140)

¹⁴⁸(ملاحظہ ہو ثقافتنا از زکی نجیب)

بلکہ اساتذہ بھی چوپایوں کی طرح ان کے پیچھے چلتے ہیں اور صوفیت کا نام معقول ماحول ہی بنیادی محرک قرار پاتا ہے۔

عقل کے زوال کی انتہاء صوفیاء شطح یعنی بکواس کہتے ہیں وہ یہ کہ ان کا کوئی شیخ نام معقول یا کفریہ یا زندقہ باتیں شروع کر دے۔ صوفیاء کہتے ہیں کہ اس نے حالت جذب یا حالت مستی میں ایسا کہا اور ہوش کی حالت میں وہ ان سے رجوع کر لیتا ہے شطح کی تعریف میں کہا جاتا ہے ایسا کلمہ جس پر رعونت طاری ہو اور ایسا دعویٰ جو عارفین سے حالت اضطراب واضطراب میں صادر ہو۔¹⁴⁹

ذیل میں ان کی بکواسیات کے کچھ نمونے درج ہیں :

ابویزید بسطامی کہتا ہے: جہنم مجھے دیکھ کر سرد پڑ جاتی ہے میں مخلوق کے لئے رحمت ہوں اور آگ جہنم کو تو میں اپنی پلک جھپکا کر بجھاسکتا ہوں¹⁵⁰۔

دسوقی علی الاعلان کہتا ہے: جہنم کے دروازے اس کے ہاتھ میں ہیں اور جو اس کی زیارت کرے گا وہ اسے جنت الفردوس میں جگہ دے گا¹⁵¹۔

ابوالحسن شاذلی دس سمندروں کا مجموعہ ہے پانچ انسانی ہیں: محمد، ابوبکر، عمر، عثمان، علی۔ بقیہ پانچ روحانی ہیں: جبرائیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل اور روح¹⁵²۔

¹⁴⁹ (شطحات الصوفیة از بدوی: 1/22)

¹⁵⁰ (تاریخ التصوف از عبدالرحمن بدوی)

¹⁵¹ (ہذہ ہی الصوفیة: 121)

¹⁵² (لطائف المنین: 57)

اور احمد بن سلیمان الزاہد کی سفارش کو اللہ نے اس کے تمام ہم عصر کے متعلق قبول کر لیا¹⁵³۔

ان کی بکواسیات کے یہی چند نمونے کافی ہیں ان کی بکواسیات اس لائق نہیں کہ ان پر تبصرہ کیا جائے اسلام کا مضبوط قاعدہ ہے کہ ہم ظاہر پر حکم لگاتے ہیں تو کسی کے لئے گنجائش نہیں کہ وہ ان کے اقوال کے باطن کو ان کے ظاہر کے برعکس قرار دے اسلام کو اس کی بکواس سے محفوظ رکھنا واجب ہے بلکہ یہ شرک ہے کیونکہ جو جہنم و جنت میں تصرف کا مدعی ہو بالفاظ دیگر وہ الوہیت کا مدعی ہے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ہمسر ہونے کا دعویدار ہے۔ ابن عقیل فرماتے ہیں: ایسا کہنے والا خواہ کوئی ہو زندقہ ہے واجب القتل ہے¹⁵⁴۔

پھر جب جنت دسوقی کے قبضے میں ہے تو باطل پرست سوئے رہیں مشقت کرنے، تھکنے، علم حاصل کرنے، عبادت کرنے یا جہاد کرنے کی کیا حاجت ہے محض شیخ کی زیارت اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دے گی کیا یہ بخشش کا نعم البدل نہیں؟ البتہ ہم اللہ سے بخشش کے خواستگار ہیں ان کے اقوال نقل کرنے پر بھی استغفار کرتے ہیں۔

دوسری فصل: صوفیاء کی عملی بدعات!

پہلی بحث: پسماندہ تربیت

انت اسیر فی قید الملا والصوفی

انت لا تاخذ الحیاة عن حکمة القرآن

لیس لك بآیات القرآن شان

¹⁵³(الطبقات: 2/82)

¹⁵⁴(تلبیس ابلیس: 343)

الا ان تموت بسهولة سورة يس (محمد اقبال)

ترجمہ: ”تو ملاوصوفی کی قید میں ہے حکمت قرآنی سے زندگی نہیں لیتا آیات قرآنی میں تیرے لئے کچھ نہیں الا یہ کہ تو سورة يس پڑھ کر باآسانی مرجائے گا۔“

صوفیاء نے اپنے مریدوں کی تربیت کے ایسے قواعد بنائے ہیں جن کا مقدمہ مرید کو شیخ کے سامنے بالکل ذلیل کر دینا ہے کہ بیچارا مرید ایک ڈول کھینچنے والا آلہ بن جاتا ہے اس کی اپنی کوئی شخصیت نہیں رہتی جو اس سے کہہ دیا جائے وہ اسے بلاسوچے سمجھے دہراتا رہتا ہے بلکہ یہ اندھی چال ہے اور جب یہ پسماندہ تربیتی مرحلہ ختم ہوتا ہے وہ مرید کو ایک معین لباس، معین ڈھنگ، معین شیخ اور معین طریق کا گرویدہ بنا چکے ہوتے ہیں اس کے چند معروف قاعدے درج ذیل ہیں:

- شیخ کے سامنے ایسا بن جا جیسا غسل دینے والے کے لئے میت۔
- اعتراض نہ کر بھٹک جائے گا۔
- جس نے شیخ سے کہا کیوں وہ کامیاب نہ ہوا۔
- جس کا کوئی شیخ نہ ہو تو اس کا شیطان شیخ ہوتا ہے

غافلین کی اکثریت شیخ کے پیچھے چلتے ہیں ان کے ہاتھوں کے بوسے لیتے ہیں ان سے سہمے رہتے ہیں جب بھی وہ انہیں دیکھیں جب تک شیخ نہ بولے بولتے نہیں اس کی ہر بات مانتے ہیں اس کی جوتیاں اٹھاتے ہیں لوٹا اٹھاتے ہیں۔ یہ سب فلسفہ وہ اپنی کتابوں میں ”آداب مریدین“ کے عنوان سے لکھتے ہیں کہتے ہیں: اس کے آداب میں شیخ کی ظاہراً و باطناً تعظیم کرنا بھی ہے اس کے دشمن کے

ساتھ مت بیٹھ اس کے دوست سے عداوت نہ رکھ اور اپنے دل میں آنے والا کوئی خیال اس سے مت چھپا (جس طرح عیسائی چرچ میں اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں) اس کی اجازت کے بغیر نہ سفر کر نہ شادی کر ان سے سب سے بڑھ کر یہ کہتے ہیں کہ مرید پر شیخ سے سوال کرنا حرام ہے کیونکہ بسا اوقات شیخ جاہل ہوتا ہے اسے شرمندہ ہونا پڑتا ہے (اہل السنۃ کے نزدیک آداب تعلیم و تعلم صوفیاء کے آداب سے یکسر مختلف ہیں) تربیت کا یہ انداز نیا نہیں قشیری آداب سے متعلق کہتا ہے: جس کسی نے کسی شیخ کی صحبت اختیار کی پھر اپنے دل میں اس پر یہ اعتراض کیا تو اس نے عہد صحبت کو توڑ ڈالا اس پر توبہ کرنا واجب ہے مشائخ کہتے ہیں کہ مشائخ کے حقوق سے توبہ نہیں کی جاسکتی¹⁵⁵۔

اسی طرز نے مشائخ میں غلو کا راستہ کھولا ابوالعباس کے مطابق غزالی صاحب صدیقیت و صالحین عظمیٰ تھا¹⁵⁶۔

شیخ نجم الدین شیخ ابوالعباس مریسی کے پیچھے قبلہ رخ نماز پڑھنے میں شرم محسوس کرتا تھا چنانچہ اپنا چہرہ قطب کی طرف پھیر لیتا لیکن ابوالعباس متواضع تھا وہ کہتا میں خلاف سنت عمل سے خوش نہیں ہوتا¹⁵⁷۔

گویا صرف خلاف سنت ترک قبلہ کا اعتبار نہیں؟ اور احمد شریف السنوسی اپنے چچا محمد المہدی سے شدید اعتقاد رکھتا اور اس سے اوپر سوائے محمد ﷺ کے اور کسی کو نہ سمجھتا تھا¹⁵⁸۔

¹⁵⁵(ہذہ ہی الصوفیۃ: 101)

¹⁵⁶(لطائف المنن: 77)

¹⁵⁷(لطائف المنن: 74)

¹⁵⁸(حاضر العالم الاسلامی: 2/162 از شیکب ارسلان)

تربیت کا یہی غلط طریقہ باپوں میں بھی منتقل ہو گیا وہ بھی اپنی اولاد کی جبری تربیت کرنے لگے جس سے بچے کی اپنی شخصیت کمزور پڑ جاتی ہے۔ اس انداز تربیت پر ہمارا تبصرہ درج ذیل ہے:

1 مرید کی تربیت کے یہ آداب انتہائی مکروہ ہیں ایسا اس لئے کیا جاتا ہے تاکہ شیخ کی دین سے جہالت پر پردہ ڈالا جائے اور احترام کے نام پر اس کے دل و دماغ کو مکمل کنٹرول میں کر لیا جائے اور صوفیاء کا یہ کہنا کہ علم سینوں میں ہوتا ہے کتابوں میں نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ طلباء کو کتب فقہ و حدیث سے روکا جائے کیونکہ اگر اس نے انہیں پڑھا تو اس کی عقل کا بند دروازہ کھل جائے گا اور شیخ کے دجل و فریب سے آگاہ ہو جائے گا۔

2 رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کی ایسی کمینی تربیت نہیں کی بلکہ ایسی تربیت کی جو انہیں قائد اور مرد میدان بناتی وہ اللہ کے رسول ﷺ سے سوال کیا کرتے کیا یہ وحی ہے یا مشورہ و رائے اگر وہ مشورہ و رائے ہوتی تو وہ بھی اپنا مشورہ پیش کر دیتے جیسا کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے غزوہ خندق میں کیا جب رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ بنو غطفان سے مصالحت کرنی چاہی نبی ﷺ اپنی حکیمانہ قیادت کے باوجود ان کی طرف توجہ دیتے اور ان سے صورتحال کے متعلق تبادلہ خیال کرتے اور ان سے یہ نہ کہتے کہ تم مجھ پر کیوں کر رائے پیش کر سکتے ہو جبکہ میں جملہ مخلوق کا سردار ہوں اور رب العالمین کا نمائندہ ہوں؟ اور صحابہ بھی رسول اللہ ﷺ سے باوجود شدید محبت کے آپ کے لئے کھڑے نہ ہوتے نہ آپ کے ہاتھوں کا بوسہ لیتے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپ بھی انسان کی تعظیم میں مبالغہ کو ناپسند کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کو اپنے صحابہ کی اسی حکیمانہ تربیت کا نتیجہ تھا کہ آپ کے بعد خلیفہ اول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں اگر میں غلط

کروں تو مجھے سیدھا کردو اور فرماتے اگر میں اللہ کی کتاب میں اپنی رائے پیش کرنے لگوں تو نہ آسمان مجھ پر سایہ فگن ہوگا اور نہ ہی زمین میرا بوجھ برداشت کرے گی۔ جبکہ صوفیہ کہتے ہیں: کہ شیخ کا ہر طریقہ تسلیم کیا جائے جبکہ شریعت کے مقابل کون سا طریقہ ٹھہر سکتا ہے؟ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دستوں کے قائدین اور علاقوں کے گورنروں کو لکھتے ہیں کہ: ”لوگوں کو خوشامدی بنا کر انہیں ذلیل مت کرو“ کیونکہ جو قوم پست ہو اس میں خیر نہیں ہوتی جیسا کہ قرآن کریم بنی اسرائیل کا قصہ بیان کرتا ہے کہ وہ فرعون کے غلام تھے جب موسیٰ علیہ السلام نے انہیں عزت و اکرام کا راستہ دکھایا تو وہ کہنے لگے: ”تو اور تیرا رب جا کر لڑو ہم تو یہاں پسرے بیٹھے ہیں“¹⁵⁹

تابعین بھی اسی تربیت گاہ میں رہے چنانچہ وہ ناپسند کرتے تھے کہ ان کے شاگرد ان کے پیچھے چلیں¹⁶⁰۔

اور کہتے کہ تابع اور متبوع دونوں کے لئے باعث فتنہ ہے¹⁶¹۔

صحابہ سے معروف نہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کا بوسہ لیتے ہیں ایسا بہت نادر ہے بعض علماء اسے مطلقاً حرام قرار دیتے ہیں جیسے امام مالک، امام سلیمان بن حرب کہتے ہیں یہ چھوٹا سجدہ ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں: ہم نے کہا یا رسول اللہ کیا ہم ایک دوسرے سے سہما کریں آپ نے فرمایا نہیں¹⁶²۔

¹⁵⁹(سورة المائدة: 24)

¹⁶⁰(کتاب العلم از زھیر بن حرب: 146)

¹⁶¹(کتاب العلم: 138)

¹⁶²(سنن ابن ماجہ کتاب الادب: 2/1220)

3 ہزاروں بیوقوفوں کا شیوخ کے پیچھے چلنے کی وجہ حقیقت سے فرار ہے۔ یا ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی ایسا ہوتا ہے کہ اپنی مشکلات حل کرائیں، میرے خیال میں یہ شرعی احکامات سے دوری کا نتیجہ ہے خاص کر تنگی اور تکلیف کی حالت میں، بعض لوگ محض شوقیہ طور پر عجیب و غریب واقعات کو سچا مان لیتے ہیں جبکہ حقیقتاً وہ جھوٹے ہوتے ہیں¹⁶³۔

دوسری بحث: علم حدیث اور صوفیاء

صوفیاء کے لئے خاص کر متاخرین صوفیاء کے لئے علوم شریعت خاص کر علم فقہ وحدیث کا اہتمام بڑا ہی مشکل ہے کیونکہ ان علوم سے ان کی جہالت آشکارا ہو جائے گی اور جب یہ فقہ وحدیث ان مریدین کے دل و دماغ میں سما گئے تو کوئی ان کی سیوا کرنے والا نہیں بچے گا جبکہ متقدمین صوفیاء علوم شرعیہ کا اہتمام کرتے تھے لیکن یا تو ان کی شخصیت دورنگی ہوتی تھی کہ فقہ واصول کے بھی عالم ہیں لیکن جب صوفیت کے متعلق گفتگو کریں تو شخصیت ہی بدل جاتی جیسے ابو حامد الغزالی یا پھر اچھا خاصا علم حاصل کرنے کے بعد اسے ترک کر چکا ہوگا کہ علم عمل کے لئے وسیلہ ہے جب عمل کے میدان میں قدم رکھ دیا تو علم کی ضرورت نہ رہی یہ مغالطہ ہے کیونکہ مسلمان اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک علم کا محتاج رہتا ہے احمد بن ابوالحواری نے اپنی ساری کتابیں سمندر کے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ تم بہترین دلیل تھیں (یعنی عمل کے لئے مگر چونکہ اب صوفیانہ عمل ہے اس لئے تمہاری ضرورت نہیں۔ نعوذ باللہ من ذلک) ابو حامد الغزالی علوم شریعت سے دور ہو کر علم کشف جیسے صوفیانہ رجحان کو جائز قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے: جان لے کہ صوفیاء الہیت کی طرف مائل ہوئے ہیں نہ کہ تعلیم کی طرف اس لئے کہ وہ نہ علم حاصل کرتے ہیں نہ ہی اس

¹⁶³(کیف تفکر از منیر بعلبکی)

کے شوقین ہوتے ہیں بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ریاضتیں اور اللہ کی طرف دھیان اور مال و اولاد اور علم سے کٹ جانا اور صرف فرائض و رواتب پر اقتصار کرنا ہی راجح طریق ہے وہ نہ قرآن پڑھتے ہیں نہ حدیث لکھتے ہیں۔

ابن الجوزی غزالی کے اس کلام پر لکھتے ہیں: اس کلام کا ایک فقیہ سے صادر ہونا مجھ پر بڑا گراں ہے اس کی قباحت مخفی نہیں یہ درحقیقت بساط شریعت کو لپیٹ کر رکھ دیتا ہے¹⁶⁴۔

جن اوہام کا وہ شکار بنے ان میں ان کا یہ کہنا بھی ہے کہ ہم اپنا علم اس زندہ سے لیتے ہیں جو مرتا نہیں جبکہ اہل الحدیث اپنا علم ایک کے بعد ایک مردے سے لیتے ہیں پھر اپنے شیخ کا یہ شیخ پڑھا:

إذا طالبوني بعلم الورق

برزت عليهم بعلم الخرق

ترجمہ: ”جب وہ مجھ سے کاغذی علم کا مطالبہ کرتے ہیں تو میں انہیں خرق عادت (کرامت) کا علم دکھاتا ہوں۔“

حدیث سے اس صوفیانہ اعراض کے نتیجے میں انہوں نے ہر طرح کی صحیح و سقیم سچی جھوٹی احادیث اپنی کتابوں میں بھرمار کر دی احیاء القلوب اور الرسالة اور حقائق التفسیر بعض احادیث ضعیفہ و موضوعہ جن سے وہ اپنے مذہب کو ثابت کرتے ہیں درج ذیل ہیں:

1 بعض عارفین نے فرمایا: معرفت کا اول حیرت و آخر حیرت ہے دلیل میں جھوٹی حدیث پیش کی کہ: زدنی فیک تحیراً (یعنی) اپنی ذات متعلق مجھے

¹⁶⁴ (تلبیس ابلیس: 323)

مزید حیران کر دے۔“ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جھوٹی حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: رب زدنی علماً سے پروردگار مجھے علم میں زیادہ کر ¹⁶⁵۔

2 محمد بن طاہر مقدسی نے مسئلہ سماع میں اس اعرابی کی حدیث ذکر کی ہے جس نے درج ذیل ابیات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی ہے: میرے جگر کو خواہش کا سانپ چاٹ گیا اس کا نہ تو کوئی معالج ہے نہ ہی دم جھاڑ کرنے والا سوائے اس محبوب کے جن سے مجھے شغف ہے ان کے پاس میرا علاج اور تریاق ہے اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جب انہوں نے ان ابیات کو سنا تو وہ حاضر ہو گئے حتیٰ کہ آپ کے کندھے سے چادر بھی گر پڑی۔ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ جھوٹی اور موضوع حدیث ہے ¹⁶⁶۔

معلوم نہیں کس طرح وہ یہ سب روایت کر دیتے ہیں شاید سانپ ان کی عقلوں کو چاٹ جاتا ہے نہ کہ ان کے دلوں کو۔

3 ایک حدیث یہ بھی ہے جسے انہوں نے روایت کیا ہے کہ: ”اگر تم پتھر سے حسن ظن رکھو تو وہ بھی نفع دے“ یہ شرکیہ کلام اور صریح بہتان ہے ہم نے یہ حدیث بعض صوفیاء سے خود سنی ہے وہ اس کے معتقد ہیں۔

4 اون کا لباس پہنو اور خوب عمل کرو اور آدھاپیٹ خوراک کھاؤ تم آسمانی بادشاہت میں داخل ہو جاؤ گے۔ اس حدیث کو ابوطالب المکی نے قوت القلوب میں ذکر کیا ہے ¹⁶⁷۔

¹⁶⁵(فتاویٰ: 11/384)

¹⁶⁶(فتاویٰ: 11/563)

¹⁶⁷(التصوف از زکی مبارک: 1/44)

کیا اللہ کے رسول ﷺ ایسا کلام کر سکتے ہیں یہ درحقیقت اپنے عقیدے کہ اون کا لباس پہننا چاہیئے کو ثابت کرنے کے بنائی گئی ہے۔ ان کی بیان کردہ احادیث کے چند نمونے ہیں جن سے ان کی کتابیں بھری پڑیں ہیں جیسے قشیری کی کتاب الرسالة اس میں اس نے صحیح، ضعیف اور موضوع پر طرح کی احادیث روایت کی ہیں اور فضل بن عبس الرقاشی سے روایت کرتا ہے جبکہ وہ احادیث میں بالکل کمزور اور نااہل تھا¹⁶⁸۔

مزید عجائب کے لئے احیاء القلوب ملاحظہ ہو جس کے مطالعے سے معلوم ہو جائے گا کہ انہیں علم و فقہ و حدیث سے کچھ لگاؤ نہیں ہے بلکہ یہ سب انہوں نے دیوار پر دے مارا ہے۔

تیسری بحث: ہڈ حرامی اور بگاڑ

ابتداءً صوفیاء عبادت و ریاضت میں واقعی سچے تھے اگرچہ ان کے بعض اعمال خلاف سنت بھی تھے جیسا کہ ہم ذکر کر آئے ہیں اس کے بعد ایسے لوگ آئے جنہوں نے تکیے اور مسندیں بنائیں اور عیش و آرام کی دوکانیں (آستانیں) کھول کر بیٹھ گئے محنت مزدوری سے جان چھڑا کر کھانے پینے اور رقص و سرور اور ڈھول ڈھمکے میں مست ہو گئے اور ہر ظالم و فاجر سے دنیا کی بھیک مانگنے لگے بشر المریسی کی بھوک اور سری کا خوف خداوندی اور جنید کی مشقت کو کنارے لگا دیا (ملاحظہ ہو تلبیس ابلیس) جبکہ محض عبادت اور تنہائی کی غرض سے بھی اس طرح کے آستانے (یعنی انسانی آبادی سے الگ جانے تنہائی یا انسانی آبادی میں رہتے ہوئے بالکل الگ تھلگ جگہ جس طرح راہب کی کٹیا ہوتی ہے) بنا کر ان میں تکیے لگا دینا بدعت ہے کیونکہ مسجدیں بنا کر ان میں تکیے لگا دینا یہ

¹⁶⁸(فتاوی: 10/680)

عیسائی راہبوں کی کٹیاؤں سے مشابہت ہے۔ بعض صوفیاء سے جب کہا جاتا کیا تو اپنا جبہ بیچے گا تو وہ کہتا ہے اگر شکاری اپنا ہتھیار بیچ دے تو پھر شکار کیسے کرے گا امام محمد حسن الشیبانی صوفیاء کے اس طرز عمل سے بڑے حیران ہوتے کہ کیسے یہ لوگوں کے ہاں حلال و حرام کی تمیز کئے بغیر کھانے جاتے ہیں۔¹⁶⁹

صوفیاء یہ بھول گئے یا بھولنے کا ڈرامہ کرنے لگے کہ اسلام اس طرح ہڈ حرامی اور سستی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کونے کھدروں میں جانے سے منع کرتا ہے اور زہد یہ ہے کہ لوگوں سے لاتعلق ہو جایا جائے اور ان سے ان کے اموال میں سے کسی بھی شے کا سوال نہ کیا جائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے سوال کرنے سے منع کیا ہے اور محنت مزدوری کا حکم دیا ہے:

ارشاد فرمایا: اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔¹⁷⁰

نیز فرمایا: ”اگر کوئی لکڑیوں کا گھٹا اپنی پیٹھ پر رکھ کر اسے بیچ آئے یہ اس بات سے بہتر ہے کہ کسی سے سوال کرے اور وہ اسے دے بھی دے“¹⁷¹۔

سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ تیل کے تاجر تھے اور ابوحنیفہ کپڑا فروخت کرتے تھے یہ بڑے علماء زہاد اپنے ہاتھوں کی کمائی کھاتے تھے۔

ابتداءً صوفیاء عورتوں سے شادی نہ کرتے اور اس پر سختی سے کاربند رہتے مگر بعد کے صوفیاء عورتوں سے میل جول کرنے لگے اور مریدہ کو بھی طریقت میں اور ذکر کی مخلوط محافل میں شامل کرنے لگے کیونکہ باطنیت کے نظریہ اباحیت

¹⁶⁹(الکسب:44)

¹⁷⁰(نسائی باب الزکاة:3/60)

¹⁷¹(نسائی باب الزکاة:3/93)

(یعنی ہر شے حلال کو جائز ہے حتیٰ کہ محرمات بھی) سے بہت قریب تھے کیونکہ نظریہ وحدت الوجود جو بعد کے صوفیاء میں مکمل پھیل چکا تھا وہ اس اباحت کی راہ سمجھا جاتا ہے کیونکہ ثواب و عقاب کا تصور تو ناممکن ہو گیا تو اچھائی کی صورت میں کون ثواب دے گا اور برائی کرنے پر کون سزا دے گا؟ جبکہ انسان خود ہی اللہ کا جزء ہے۔ یہ اخلاقیات کی جڑیں تک اکھاڑ پھینکنا ہے اسی لئے بعض صوفیاء اخلاقی گراوٹ والی اور انتہائی گھٹیا زندگی گزارتے تھے¹⁷²۔

ابن فارض جو نظریہ وحدت الوجود کے اکابرین میں سے ہے قریبی بستی بہنساء میں کچھ کنجریاں تھیں جن کے پاس وہ جاتا تھا اور وہ اسے گا کر سناتیں اور وہ عالم وجد میں دف کی تھاپ پر نوجوان لڑکیوں کے ساتھ ڈانس کرتا¹⁷³۔

بعض معتدل صوفیاء اس صورتحال سے ناخوش تھے جیسے شیخ ابوسعید اعرابی اپنی کتاب ”طبقات انسان“ میں کہتا ہے: اس علم کے متعلق کلام کرنے والوں میں آخری جنید تھے ان کے بعد ایسے لوگ رہے جن کے تذکرے سے شرم آتی ہے¹⁷⁴۔

نیز سہل التستری کہتا ہے: 300 ہجری کے بعد ہمارے اس علم کے متعلق کلام کرنا جائز نہیں کیونکہ پھر ایسے لوگ آئے جو لوگوں کے سامنے بنتے تھے¹⁷⁵۔

لیکن صوفیاء اپنے اس بگاڑ کے ساتھ بڑھتے ہی رہے اور مانگنے والے اور چاپلوسی بن گئے گویا بکری کی کھال میں بھیڑیے۔

¹⁷²(التصوف از زکی مبارک: 1/155 نیز الملل والنحل از ابن حزم: 4/226)

¹⁷³(جلاء العینین از آلوسی: 75)

¹⁷⁴(الحفارة الاسلامیہ از آدم منتز: 2/39)

¹⁷⁵(الحفارة الاسلامیہ از آدم منتز: 2/39)

چوتھی بحث: سماع اور ذکر

ابتداءً صوفیاء محفل سماع میں حاضر ہوتے جو کسی ایک خاص مکان میں منعقد ہوتی اور ایک اچھی آواز والا کچھ موسیقی کے ساتھ گاکر ایسے اشعار سناتا جس نے دل نرم ہو جاتے اور ان میں زہد کی ترغیب ہوتی پھر نرمی کرتے ہوئے وہ غزل اور لیلیٰ اور سعدی کے تذکرے گانے لگتے اور کہتے یہ کہ ہماری ان سے مراد اللہ کے رسول ہیں یہ گانے مطلق اور غیر معین محبت کا ہیجان پیدا کرتے چنانچہ ہر ایک اپنے دل کی ماننے لگا خواہ ملک وہ قوم کی محبت ہو یا عورتوں سے عشق۔

اس طرز کو انکے لئے مباح قرار دینے والے ابو حامد الغزالی اور ابو عبد الرحمن السلمی وغیرہ ہیں ان کے دلائل نہایت کمزور تھے ان پر بہت سے علماء نے رد کیا جیسے ابن جوزی اور ابن قیم نے اغاثة اللہفان میں خوب رد کیا۔ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ امت مسلمہ ایک معتدل امت ہے اور اس گانے کو وہی حلال قرار دیتا ہے جو اسلام کو صحیح طور پر سمجھ نہ پائے۔

معاملہ صرف ان قصائد تک نہ رہا بلکہ ڈھول ڈھمکے کے ساتھ رقص کرتے ہوئے اللہ کا ذکر کرنے تک جا پہنچا جب ”حضرة (مراد اجتماعی محفل بنا کر رقص کرتے ہوئے اللہ کا ذکر کیا جائے) منعقد ہوتی تو پہلے آہستہ آہستہ لفظ اللہ کا بیک وقت ورد کیا جاتا لیکن جوں جوں رقص میں تیزی آتی اور شیطان ان کے سروں پر منڈلانے لگتا ان کی چیخیں انتہائی بلند ہو جاتیں اور لفظ اللہ کے بجائے لفظ ہوکا ورد ہونے لگتا اس کے بعد سوائے شور شرابے کے کچھ سنائی نہ دیتا ناس شہوانی چیخ و پکار میں عورتیں اور بچے بھی شامل ہوتے۔ درحقیقت یہ یہود کی اتباع ہے ان کے عہد قدیم کے گانوں میں یہ بھی ایک ہے کہ: ”صہیونی بچے اپنے بادشاہ کو

خوش کریں اور دف کی تھال اور عود کی بو میں رقص کرتے ہوئے اس کا نام لیں رباب کے سُروں پر اس کی تسبیح کرو، بلند جھنکار پر اس کی تسبیح کرو“¹⁷⁶۔

قاضی عیاض کی ”ترتیب المدارک“ میں ہے کہ: تئسی کہتا ہے: ہم امام مالک بن انس کے پاس تھے ان اردگرد ان کے شاگرد تھے کہ اہل نصیبین میں سے ایک شخص کہنے لگا: ہمارے ہاں کچھ لوگ ہیں جنہیں صوفیاء کہا جاتا ہے وہ کہاتے بہت ہیں اور پھر قصائد گاتے ہیں پھر کھڑے ہو کر رقص کرنے لگتے ہیں؟ امام مالک نے کہا کیا وہ چھوٹے بچے ہیں؟ اس نے کہا نہیں امام صاحب نے فرمایا: کہ وہ پاگل ہیں اس نے کہا نہیں وہ مشائخ اور باشعور ہیں امام صاحب فرمانے لگے: میں نے کسی مسلمان کے بارے میں نہیں سنا کہ وہ ایسا کرتا ہو¹⁷⁷۔

ان کے ان حرکتوں کی وجہ یہ بھی ہے کہ نفس انسانی اپنی خواہشات کو دین، ذکر، اور حضرہ (محفل سماع و رقص) کے نام سے چھپاتا ہے کیونکہ اگر کبھی اس کا پول کھل بھی جائے تب وہ نافرمانی ہی کہلائے گی جو کہ بدعت سے کم خطرناک ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے ذاکرین کو اطمینان قلب، خشوع و خضوع اور سری ذکر کرنے کی صفات سے موصوف کیا ہے سلف صالحین جب قرآن سنتے تو ان کے دل دہل جاتے اور رونگٹے کھڑے ہو جاتے جبکہ یہ رقص و طرب اس کے برعکس ہے اللہ نے جب عبادت کا حکم دیا تو یہ نہیں فرمایا کہ جانوروں کی طرح کھاؤ پھر رقص کرنے لگو بلکہ یہ رقص جسے وہ ذکر کہتے ہیں اور اسی طرح کی تمام امور عقل اور دین دونوں اعتبار سے قبیح ترین ہیں بلکہ یہ تمام مسلمانان عالم کے لئے باعث شرم ہیں جیسا کہ شاعر ان کے متعلق کہتا ہے:

¹⁷⁶(ہذہ ہی الصوفیة: 143)

¹⁷⁷(ترتیب المدارک: 4/5 حقائق عن التصوف کے مؤلف نے ناکام کوشش کی ہے کہ امام مالک اور امام شافعی صوفیاء کی تعریف کیا کرتے تھے جبکہ وہ ان سے بیزار تھے)

الاقل قول عبد نصوح
متی علم الناس فی دیننا
وان یاکل المرء اکل الحمار
وقالوا: سکرنا بحب الاله
ویسکره الناء ثم الغنا
وحق النصیحة ان تستمتع
بان الغناء سنة تتبع
ویرقص فی الجمع حتی یقع
وما اسکر القوم الا القصع
و(یسن) لو تلیت ما انصدع

ترجمہ: ”خبردار خیر خواہ بندے والی بات کر نصیحت کا حق ادا کر تاکہ تیری بات کی طرف توجہ دی جائے جب لوگوں (یعنی غیر مسلمین) کو پتہ چلے گا کہ ہمارے دین میں گانا گایا جاتا ہے گدھوں کی طرح کھانا کھایا جاتا ہے اور اکھٹے ہو کر رقص کیا جاتا ہے اور وہ (صوفیاء) یہ کہتے ہیں کہ ہم معبود کی محبت میں مست ہو جاتے ہیں جبکہ انہیں بانسری پھر گانا بجانا مست کر دیتا ہے اور پھر اگر ان پر قرآن پڑھا جائے تب بھی ختم نہیں ہوتا¹⁷⁸۔“

پانچویں بحث: صوفیاء اور جہاد

ابتدائی مسلمانوں کو جہاد کی تربیت دی جاتی تھی و باطل سے ٹکرانے اور حق کا دفاع کرنے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کے لئے ہمہ تیار رہتے تھے اس طرح وہ اللہ کے احکامات نافذ کرتے تھے اگر شر کو خیر سے دور نہ کیا جائے تو زمین بگاڑ کا شکار ہو جائے سلف صالحین سرحدوں کا پہرہ دیتے تھے تاکہ فضیلت جہاد کو حاصل کر سکیں مثلاً امام احمد بن حنبل اور امام عبداللہ بن مبارک انہوں نے فضیل بن عیاض کو لکھا اور اسے سخت سست کہا کہ وہ مکہ میں عبادت میں مشغول ہے اور اسلامی سرحدوں کی حفاظت میں شریک نہیں ہوتا یہ قصہ مشہور و معروف ہے تو اس اہم موضوع سے متعلق صوفیاء کا کیا نظریہ ہے؟

¹⁷⁸(اغاثۃ اللہفان از ابن قیم)

1 ابو حامد الغزالی نے ”احیاء العلوم الدین“ اس وقت لکھی جب صلیبی شام پر قابض تھے اس نے اس میں اس اعمال قلوب سے متعلق سب کچھ لکھا مگر جہاد کے متعلق ایک سطر بھی نہیں لکھی۔

2 جہاد سے جان چھڑانے کے لئے اپنی عادت کے مطابق وہ ایک موضوع اور ضعیف حدیث پیش کر دیتے ہیں کہ ”ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف پلٹ آئے ہیں“ اور جہاد اصغر سے قتال فی سبیل اللہ اور جہاد اکبر سے جہاد بالذات مراد لیتے ہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ تو کچھ اور ہی کہتی ہے اور یہ حدیث ثابت نہیں ہے اس میں واضح مغالطہ دیا گیا ہے جبکہ ”جہاد فی سبیل اللہ“ سے بڑھ کر اور جہاد بالذات کیا ہو سکتا ہے اس سبب کا مقصد محض مسلمانوں کو جہاد سے روکنا اور جہاد سے جان چھڑانا ہے۔

3 وہ اس سلسلے میں اللہ کی تقدیر کوئی کوئی دلیل بناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دشمن، بیماری اور فقر اللہ نے جو بھی مقرر کیا ہے اس پر راضی رہنا چاہیئے اس لئے وہ ظالم حکمرانوں میں جا گھستے تھے اور کہتے کہ: اللہ یہی چاہتا ہے ہم اللہ کے ارادے کی کس طرح مخالفت کریں لہذا ہر وقت حکمرانوں کی سیوا کرتے رہتے خواہ وہ مومن ہوتا یا کافر صدیق ہوتا یا زندیق¹⁷⁹۔

مگر وہ یہ بھول گئے کہ تقدیر کوئی سے تقدیر شرعی کے ذریعے تعرض کیا جاسکتا ہے مثلاً بیماری کا علاج دوا سے اور دشمن کا علاج جہاد سے۔

4 آج کل جبکہ اکثر اسلامی ممالک پر امریکہ برطانیہ اور فرانس کا تسلط ہے اکثر صوفیاء اپنے اذکار و اشغال میں اس طرح جتے پڑے ہیں جیسے کچھ ہوا ہی نہیں بلکہ یہ سوریا (شام) میں برطانوی نمائندے جنرل سیبرس کے لئے

¹⁷⁹(فتاوی: 2/101)

مولویت (یہ صوفیاء کا ایک فرقہ ہے جو جلال الدین رومی کی طرف منسوب ہے ان کا شیخ لمبی سی ٹوبی پہنتا ہے) کے طریق پر محفل ذکر کا اہتمام کرتے ہیں اس محفل میں اسے ان کا شیخ ہاشم عطیہ (جو کہ طریقہ سعیدیہ اور بدریہ دونوں کا شیخ ہے) دعوت دیتا ہے اور پھر اشعار پڑھے جاتے ہیں اور مولویت کا افتتاح کیا جاتا پھر گھر کا مالک اس کا اور اس کے دیگر رفقاء کا نام لے کر تقریر کرتا اور جمہوری صدر اور بادشاہ جارج سادس اور مسٹر چرچل اور جنرل سیبرس کی تعریفیں کرتا آخر میں جنرل کلمات تشکر ادا کرتا ¹⁸⁰۔

نیز الجزائر جہاں فرانس صوفیہ کے مختلف طریقوں کی نہ صرف حوصلہ افزائی کرتا ہے بلکہ انہیں محفل اذکار منعقد کرنے اور اپنی عید کے موقعوں پر طبلوں اور جھنڈوں کے ساتھ نکلنے کی کھلی چھوٹ بھی دیتا ہے اسی لئے وہاں آباد کاروں اور صوفیوں کی ریفارمرز (مصلحین) کے مد مقابل حمایت کی جاتی ہے ¹⁸¹

یہ لوگ وہاں کے علماء کے اجتماعات میں حکومت فرانس اور علاقائی ناظم کے جاسوس بن کر جاتے تھے لیکن علماء انہیں وہاں سے نکال دیتے (ایضاً)۔ یہی وجہ ہے جزائر میں احیاء اسلام کے داعی شیخ عبدالحمید بن بادیس نے سب سے پہلے صوفیوں کے خلاف لڑائی لڑ جبکہ وہ شہر قسنطیہ میں ایک بہت بڑے مجمع میں قرآن کی تفسیر بیان کر رہے تھے ایسے ہی امیر عبدالقادر الجزائری نے فرانس کے خلاف جنگ کی لیکن صوفیت سے متاثر ہونے کی بناء پر جنگ پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکی اور قبضہ فرانس کے خلاف بغاوت کے دوران ہی شیخ اپنے بیٹے

¹⁸⁰ (یومیات الجلیل از خلیل مردم بک : 62)

¹⁸¹ (رسالة الشرك ومظاہرہ از مبارک المیلی نیز ملاحظہ ہو مجلة الوطن العربی 1948-11-09 میں تحریک اصلاح جزائر اور اجنبی جاسوسوں کے متعلق محمد المیلی کا مقالہ)۔

کو کمان سونپ کر علیحدہ ہو گئے کیونکہ ان کا فرانس سے معاہدہ تھا کہ تاحیات ان کے خلاف ہتھیار نہیں اٹھائیں گے¹⁸²۔

اور جب انہیں دمشق میں جلاوطن کر دیا گیا اور وہ وہاں جا کر رہنے لگے تو پھر سے وہاں ابن عربی کے نظریہ وحدت الوجود سے بھرپور افکار کی نشر و اشاعت پیش پیش رہنے لگے۔ ہندوستان میں 1857 کے انقلاب کے بعد جب مسلمان انگریز کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے اس انقلاب میں مسلمان علماء کی کثیر تعداد شہید کر دی گئی جن میں محدث حسن دہلوی بھی تھے اس دور میں احمد رضا خان بریلوی طریقہ بریلویت کا بانی ایک مستقل کتاب بنام اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام (یعنی سب سے بڑا اعلان کہ ہندوستان دارالاسلام ہے) لکھتا ہے: اور اس میں ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیتا ہے جو برطانیہ کی خدمت کرے اور اس میں کفار کے خلاف جہاد نہ کیا جائے پھر صراحتاً کہتا ہے: قرآنی نصوص کی رو سے ہم مسلمانان ہند پر جہاد فرض نہیں اور جو ایسا کہے وہ مسلمانوں کا مخالف اور انہیں نقصان پہنچانا چاہتا ہے¹⁸³۔

یہی وجہ ہے کہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ صوفیاء کے متعلق فرماتے ہیں: صوفیاء جہاد سے اوروں کی نسبت زیادہ دور ہیں حتیٰ کہ عوام الناس میں ہمیں امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے محبت کرنا اور محارم اللہ پر غیور ہونا اور غضبناک ہو جانا بکثرت ملتا ہے مگر ان میں ذرا بھی نہیں ملتا بلکہ اکثر صوفیاء جہاد کو اسلام میں نقص اور عیب تصور کرتے ہیں¹⁸⁴۔

¹⁸² (حاضر العالم الاسلامی از شیکب ارسلان: 2/172)

¹⁸³ (البریلویہ از علامہ احسان الہی ظہیر رحمہ اللہ: 43)

¹⁸⁴ (الاستقامة از ابن تیمیہ رحمہ اللہ رحمة واسعة: 1/268)

ان کا یہ کہنا ہے کہ ذکر و تدبر اور فناء و بقاء ہی اصل اور اہم ہے صوفیاء کے مذکورہ افعال و اقوال ذکر کرنے کے بعد ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ صوفیانہ طرز تربیت فکر جہاد و قتال سے بہت دور ہے کیونکہ ان کے نزدیک روحانی ریاضتیں ہی اصل دین ہیں اور یہ ریاضتیں اس وقت تک ختم نہیں ہوتیں جب تک وہ درجہ فناء تک نہ پہنچ جائیں اور جب وہ فناء ہو جائے گا تو جہاد کیسے کرے گا؟

یہ ان کی عام اور غالب حالت ہے وگرنہ بعض صوفیاء نے ظالم کے خلاف موافقت بھی کی ہے لیکن ان کی اکثریت ظالم کی حامی ہی رہی ہے اسی لئے کہا جاتا ہے کہ جب مسلمان سیاسی طور پر کمزور ہوئے تو صوفیوں کا کوئی نہ کوئی شعر ضرور سامنے آتا ہے¹⁸⁵۔

آج کل کے صوفیاء

کیا صوفیاء بدل گئے اور کچھ ہم نے ان کے متعلق سابقہ صفحات میں لکھا ہے مثلاً وحدت الوجود، مشائخ میں غلو، اقطاب و اوتاد، بدعات و معصیات کیا انہوں نے یہ سب چھوڑ دیا؟ حقیقت یہ ہے کہ اب بھی وہ ان تمام خرافات و بکواسیات کو مکمل طور پر تھامے ہوئے ہیں اور ان افکار کو عالم اسلام میں پھیلا رہے ہیں جیسے شاذلیت، نقشبندیت، رفاہیت، قادریت، تیجانیت، بریلویت، سہروردیت... وغیرہ ان صوفیاء میں وہ جاہل عوام بھی شامل ہیں جو اجتماعی ذکر و سماع اور حضرت صاحب کی برکات کے سوا ان کے متعلق کچھ نہیں جانتے ان میں سے بعض غالی بھی ہیں جو ابن عربی کا نظریہ وحدت الوجود مانتے ہیں ان میں بعض فقیہ علماء بھی ہیں جن کے لئے ان کی طرف نسبت کرنا مجبوری ہے وگرنہ وہ

¹⁸⁵(اسرار و رموز از محمد اقبال مترجم عبدالوہاب عزام)

نامکمل اور ناقص رہتے ہیں چنانچہ ضروری ہے کہ مذہب میں شافعی اور طریقت میں شاذلی ہو.... علی ہذا القیاس

م یہ دیکھتے ہیں کہ ایسے علماء اگرچہ ان کے ماحول میں چلتے ہیں مگر ان کے تمام عقائد تسلیم نہیں کرتے لیکن رسم و رواج کو توڑنے سے ڈرتے اور گھبراتے ہیں۔

ایک صوفی مکہ میں مسجد حرام میں قبلہ رخ بیٹھا کرتا تھا لیکن اس کے مرید مکمل خاموشی سے اپنے پیر کی طرف متوجہ ہوتے کیونکہ ان کے لئے پیر کا درشن بھی عبادت ہے جبکہ وہ درس بھی نہیں دے رہا ہوتا۔ اور جونہی وہ مجلس سے اٹھتا وہ اس کی طرف لپکتے ایک اس کی جوتیاں اٹھاتا تو دوسرا اس کی لاٹھی اور اس کے پیچھے ایسے چلتے جیسے انہیں سانپ سونگھ گیا ہو کیا یہ اسی تربیت کا شاخسانہ نہیں جس کے متعلق ہم گفتگو کر آئے ہیں۔

شام ہی کا ایک اور پیر اپنے مریدوں میں شاذلی ”اور اد“ تقسیم کرتا جن کا پہلا حصہ ہمیشہ یہ ہوتا کہ: ”یا اللہ مجھے توحید کے حالوں میں کھینچ لے اور مجرد وحدت میں غرق کر دے“ کیا یہ عین وحدت الوجود نہیں؟

اور جامعہ ازہر کے سابق شیخ عبدالحلیم محمود نے اپنے آقا ابوالعباس المریسی کے متعلق کتاب لکھنی چاہی تو پہلے بدوی کی قبر پر جا کر اجازت چاہی اجازت ملی تو کتاب لکھی (اس کی کتاب کا مقدمہ ملاحظہ ہو) اور پھر اسے ہندوستان میں کسی مزار کی زیارت اور وہاں محفل ذکر و سماع میں شرکت کی دعوت دی جاتی ہے تو وہ چلا جاتا ہے کیا اسے نہیں معلوم کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے کیا صوفیاء نہیں جانتے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں پر تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے تو وہ کیوں آپ کے احکامات کی پابندی نہیں کرتے جب کہ آپ سے

محبت کا دعویٰ بھی کرتے ہیں یہ خواہش ہی ہے جو ان کی عقل اور دین دونوں کا ستیاناس کر دیتی ہے۔

طریق رفاعی کے مریدوں کا اب بھی یہ طریقہ ہے کہ وہ محفل ذکر و سماع میں جا کر اپنے جسم کو تیز گرم آلے پر مارتے ہیں اور جب اثر نہیں ہوتا تو وہاں موجود اسے اس کی کرامت مانتے ہیں اور اگر وہ فاسق ہوتا ہے تو کہتے ہیں یہ شیخ طریقت کی کرامت ہے۔

جب آپ شام کے شمالی حصوں میں جائیں یا مصر یا مغربی ممالک میں تو وہاں اس رفاعی طریق کی پہلوانیت کو ملاحظہ کریں گے اور مصر میں بدوی یا حسین کے میلاد میں کیا کچھ نہیں ہوتا ڈھول کی تھاپ اور سارنگی کی سروں پر ڈانس ہوتا ہے مرد وزن کا اختلاط ہوتا ہے فرائض کی کچھ پرواہ نہیں کی جاتی اس سے اہل اسلام پشیمان ہیں ان کا دین اس سے بری ہے جامعہ ازہر اس کے برابر میں ہی ہے لیکن کوئی روکنے والا نہیں مسجد حسین میں نماز ہوتی ہے لیکن محفل میں شرکت کرنے والے نماز نہیں پڑھتے کیونکہ وہ اس لئے تھوڑی ہی آتے ہیں بلکہ وہ تو محفل حسین میں شریک ہونے آتے ہیں نہ کہ نماز پڑھنے۔

مصر میں تمام طریقوں کا ایک بڑا شیخ ہے صوفیاء کا مجلہ شمارہ نمبر 57 میں ہے کہ طریقہ حامدیہ اور طریقہ شاذلیہ نے اپنے آقا ابراہیم سلامہ الراضی کے تذکرے کے لئے ایک بہت بڑی محفل کا اہتمام کیا جس میں شیخ المشائخ کو حاضری کی دعوت دی لیکن انہوں نے معذرت کر لی کہ وہ بدوی کی محافل میلاد میں مشغول ہیں اور پھر اس کا اگلا شمارہ عید میلاد کی محافل کے ذکر سے بھر پڑا تھا... ان کے دن رات اسی طرح کی محفلوں اور تقاریب میں گزرتے ہیں جو کبھی ختم نہیں ہوتیں ہر طریق کی اپنی محفلیں ہیں....

مصر میں کس قدر لطیفے ہیں لیکن ان پر ہنسنے کے بجائے رونا آتا ہے۔ افریقہ میں تو نہایت ہی برا حال ہے وہاں کے مغربی حصے پر خاص طور پر سینیگال میں طریقہ تیجانہ پورے طور پر چھایا ہوا ہے اور ان کے بے عقلی اور گمراہی کے لئے کافی دلیل طریقہ تیجانہ کے بانی کا یہ قول ہی ہے: جس نے جمعہ اور پیر کو ہماری زیارت کی وہ جنت میں بلا حساب داخل ہوگا¹⁸⁶۔

نیز کہتا ہے: میں نے نبی ﷺ سے سفارش کی کہ جو بھی مجھ سے ورد سیکھ لے آپ اس کے پچھلے سارے گناہ معاف فرمادیں¹⁸⁷۔

کیا یہ بے راہ روی اور شرعی ذمہ داریوں سے فرار کا دعویٰ نہیں؟

مشرق میں بھی حالت بری ہے ہندوستانیوں (و پاکستانیوں) کو مبالغہ آمیز اور عجیب و غریب قصے سنا سنا کر دھوکہ دیا جاتا ہے اور وہاں بریلویت پاکستان تک پھیل چکی ہے وہاں اس کے ماننے والے بہت سے بے وقوف اور احمق ہیں اور اس کی بنیاد رسول اللہ ﷺ کی ذات میں غلو اور عقیدہ اہل السنۃ کی مخالفت ہے (ان کے متعلق استاذ احسان الہی ظہیر اللہ نے ”البریلویہ عقائد و تاریخ“ لکھی ہے اس میں ان کے فساد و گمراہی کا خوب پل کھولا ہے) اس طریق کا بانی احمد رضا عقیدہ توحید سے دور منہج صوفیاء کی وضاحت کرتے ہوئے کہتا ہے: جب تم میدان میں ہو تو اصحاب قبور سے مدد لو¹⁸⁸۔

نیز رسول اللہ ﷺ کے متعلق غلو کرتے ہوئے کہتا ہے: نبی ﷺ ہر جگہ تصرف رکھتے ہیں وہ ساتوں زمینوں کے بادشاہ اور لوگوں کے مالک ہیں¹⁸⁹۔

¹⁸⁶(التیجانیۃ از علی دخیل اللہ: 238)

¹⁸⁷(التیجانیۃ از علی دخیل اللہ: 238)

¹⁸⁸(البریلویۃ: 60)

¹⁸⁹(البریلویۃ: 69)

لیکن ہندوستان کے مسلمانوں یعنی اہل الحدیث کا دشمن تھا انہیں گالیاں دیتا اور شاہ اسماعیل شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے قائد کو گالیاں دیتا جو سکھوں کے خلاف ایک معرکے میں شہید ہوئے۔

آخر میں ایک سوال ضروری ہے کہ استشرافی حلقے صوفیت کو اس قدر اہمیت کیوں دیتے ہیں؟ بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ صوفیت سے متعلق جدید مباحث کا منبع مستشرقین ہیں جو صوفیت کے موضوعات پر حاشیے لکھتے ہیں اور اس سے متعلق کتب چھپوا کر تقسیم کرواتے ہیں۔ 1854 میں المانیہ تائیہ ابن فارض کا اطالوی زبان میں ترجمہ کر دیا گیا۔ ایسے ہی 1917 میں روم میں اٹالین میں اس کا اکیٹرو نے اس کا ترجمہ کیا اور 1921 میں نیکلسن نے انگریزی میں اس کا ترجمہ کیا¹⁹⁰۔

اور فرانسیسی مستشرق ماسینون نے اپنی پوری زندگی حسین ابن منصور حلاج کی کتب کے لئے وقف کر دی کہ جس کے واجب القتل ہونے کا علماء نے فتویٰ دیا تھا کیونکہ وہ حلول کا قائل تھا اور ماسینون نے حلاج کے متعلق تین جلدوں پر مشتمل ایک کتاب بھی لکھی۔

(دیوان حلاج کی شرح کے مقدمے میں کامل مصطفیٰ الشیبی لکھتا ہے کہ: قیس سریانی عراقی جو اب پیرس میں مقیم ہے اور جسے دھان الموصلی کہا جاتا ہے اس نے بتایا ہے کہ مستشرق لویس ماسینون نے 1953 کے موسم بہار میں اس کی ذمہ داری لگائی کہ حسین بن منصور حلاج کی روح کو ایصال ثواب کے لئے اس کی وفات کے دن دارالحکومت فرانس کے اس گرجے میں جس کا میں آفیسر ہوں نماز پڑھے موصلی کہتا ہے کہ میں اس کا مطالبہ سن کر دنگ رہ گیا اور میں نے کہا کہ حلاج تو مسلمان تھا تو وہ کہنے لگا حلاج صوفی تھا روحانی شخصیت

¹⁹⁰ (تاریخ التصوف از بدوی : 30)

تھا اور مختلف مذاہب اس کے نزدیک اہمیت نہیں رکھتے تھے۔ ملاحظہ ہو مجلہ حوادث نمبر 1420 میں مقالہ جسے جہاد فاضل نے لکھا ہے

مستشرقین نے فقط ”صوفیت“ اور ان میں غالی صوفیاء کو منظر عام پر لانے کا اہتمام نہیں کیا بلکہ دیگر تمام فرقے جیسے معتزلہ، شیعہ اور خوارج کی بھی مکمل سرپرستی کرتے ہیں دراصل وہ مسلمانوں کی درخشندہ تاریخ کا ایک دوسرا اور بھیانک رخ مسلمانوں کے سامنے لانا چاہتے ہیں اور اس کے ذریعے مسلمانوں کو اسلام سے متنفر کرنا چاہتے ہیں حالانکہ ہم اس صوفیت و تفرقہ بازی کو اسلام کی تاریخ تو کیا اسلام کا حصہ بھی نہیں مانتے چہ جائیکہ اسے وہ اپنے مقاصد مذمومہ کے لئے استعمال میں لاسکیں کسی فرد کی برائی اسلام کو برانہیں کر سکتی۔

اختتامی کلمات

آخر میں آپ کو شدت سے انتظار ہوگا کہ آخر ہمارے بیان کردہ ان تمام حقائق کے پیچھے وہ کون سے محرکات کارفرماتھے جس نے تفرقہ بازی کی آگ کو ہوا دی اور صراط مستقیم سے دوری میں اضافہ ہوتا گیا اور لوگ منہج اہل السنۃ والجماعۃ سے اعراض کرنے لگے اس کے لئے ہم چند مشترک عوامل و محرکات کا تذکرہ کریں گے کہ جس نے صوفیت کو حالیہ صورت تک پہنچایا ہے اور اسے ایسی بنیادیں فراہم کیں جن کی بناء پر وہ دیگر فرقے سے ممتاز ہو گئی اس طرح ایک مسلمان کے لئے خیر اور شر میں تمیز اور فرق کرنا اور عصر حاضر کے حقائق اور اس کے داعیان حق کو داعیان باطل سے الگ کرنا آسان ہو جائے گا ان عوامل کو ہم مختصر طور پر بیان کریں گے

1 شرعی علوم سے نامکمل واقفیت: ابن جوزی فرماتے ہیں: شیطان نے انہیں سب سے پہلے اس فریب میں مبتلا کیا کہ وہ کہنے لگے کہ مقصد عمل ہے اور ہم ہمہ وقت اللہ کے ذکر اور اس کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں دنیا کو چھوڑ کر اللہ کی طرف متوجہ ہو چکے ہیں۔ یہی تصور بتدریج علم کے روشن چراغ کو بجھانے لگا تا آنکہ وہ علم شرعی سے اعراض کرنے لگے جبکہ وہی صحیح عمل کی بنیاد ہے جیسے فقہ، حدیث اور تفسیر کے علوم ان پر جہالت چھا گئی نتیجتاً وہ بدعات و خرافات میں پڑ گئے اکثر صوفیاء کی عبادات خاص کی عام صوفیاء کی بدعات ہیں اس کی وجہ وہ مغالطے ہیں جو ان مشائخ ان کے لئے مزین کر کے پیش کرتے رہے۔

2 تاویل و تحریف: تمام فرقوں کی مشترکہ مصیبت و نصوص کے ظاہر و متبادر (یعنی ظاہری مفہوم) سے اعراض کرتے ہیں اور ان کی ایسی تحریف و تاویل کرتے ہیں جو نصوص سے مناسبت نہ رکھتی حتیٰ کہ وہ ان سے اپنے باطل اقوال و نظریات ثابت کرنے لگتے جیسا کہ شریعت و حقیقت (طریقت) کی بحث میں قرآنی تاویل و تحریف کی بہت سی مثالیں ملاحظہ کر چکے ہیں انہیں یہ دھوکہ دیا گیا کہ یہ تاویل و تحریف آیت قرآنی کا مفہوم مخالف ہے (یعنی باطنیت) جس کا ادراک صرف خواص ہی کر سکتے ہیں جبکہ یہ باطنیت اور اہل کتاب کا طریقہ ہے اللہ تعالیٰ ان کے متعلق فرماتا ہے: من الذین ہادوا یحرفون الکلم عن مواضعہ (یعنی) یہود جو کلمات (احکامات) کو ان کے مقامات (درست معانی) سے بدل ڈالتے ہیں¹⁹¹۔

3 مشایخ (پیر صاحبان) کے متعلق غلو: اقطاب، اوتاد، اولیاء، کرامات اور ان سے متعلق صوفیانہ عقائد، اور اسی طرز کی پسماندہ صوفیانہ تربیت جس میں

¹⁹¹(النساء: 46)

مرید اور شاگرد کو پیر اور صاحب طریقت اور شیخ کے سامنے بالکل ہی ذلیل و حقیر کر دیا جاتا ہے ان امور سے متعلق گفتگو میں بہت کچھ لکھ چکے ہیں یقیناً یہ تصوف کی سب گھٹیا صفت ہے اور شیعہ اور نصاریٰ سے مشابہ ہے شیعہ اپنے اماموں اور نصاریٰ مسیح عَلَيْهِ السَّلَام کی ذات میں اسی طرح کا غلو کرتے ہیں اور انہیں مرتبہ الوہیت پر فائز کرتے ہیں یہی وہ عمل ہے جس سے رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اپنی امت کو ڈرایا اور بچایا ارشاد فرمایا: لا تطرونی کما اطرت النصارى عیسیٰ ابن مریم انما انا عبد اللہ ورسولہ میرے بارے میں غلو نہ کرنا جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ بن مریم کے بارے میں غلو کیا درحقیقت میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہو (بخاری)۔ اگر ہمارے علماء میں کوئی مفسد ہے تو وہ یہود کے مشابہ ہے اور اگر ہمارے عابدین میں کوئی مفسد ہے تو وہ نصاریٰ سے مشابہ ہے اور حق پر وہ ہے جسے اللہ توفیق دے اور غلو یہود و نصاریٰ کی مشابہت سے نجات دے۔

4 منہج سلف صالحین سے دوری: صوفیانہ بدعتی اعمال و اعتقادات کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اہل السنۃ والجماعۃ اور صحابہ و تابعین کے منہج عمل و عقیدہ سے دور ہو گئے مقام سلفیت سے گر پڑے اگرچہ یہ ماننے کے لئے تیار نہیں کیونکہ صوفیاء سمجھتے ہیں کہ اہل السنۃ صرف سطحی اسلام کو جانتے ہیں جبکہ ان کے مشائخ حقیقی اسلام کو اسی لئے وہ ان اقوال و اعمال سے اللہ کا قرب حاصل کرتے ہیں جن سے ان سے پہلے والے نہیں کر سکتے اور وہ ان مراتب تک جا پہنچے جن تک ان سے پہلے والے سابقین اولین نہیں پہنچ پائے لہذا اس کا انجام یہ ہوا کہ وہ بوقت اختلاف منہج صحابہ و تابعین کی طرف رجوع نہ کرتے اور امت کے بہترین طبقے سے استفادہ کرنے سے محروم کر دیئے گئے۔

5 تصوف اور تشیع کے مابین تعلق: صوفیت کا شیعیت سے بڑا گہرا رشتہ ہے ان دونوں کا دھیان صحابہ میں سے علی بن ابی طالب اور حسن بن علی رضی اللہ عنہما پر ہی رہتا ہے جو کہ صوفیاء کے نزدیک سب سے پہلے قطب ہیں¹⁹²۔

اور صوفیاء کی اقطاب اور اوتاد کی تقسیم بھی اسماعیلیت اور شیعیت سے مشابہت کی بنیاد پر ہے¹⁹³۔

ان دونوں فرقوں (صوفیت اور شیعیت) کے رونما ہونے کی وجوہات اور ان کے مزاج قریب قریب ہیں شیعہ سیاسی میدان میں سرگرم رہے اور صوفیہ میدان زندگی میں اور تمام مسلمان اقوام میں سب سے زیادہ صوفی اہل فارس میں ہوئے¹⁹⁴۔

صوفیاء نے زندگی سے متعلق عقیدہ بھی بعض ان شیعہ سے لیا جو مہدیت کے قائل تھے کہ وہ اب تک زندہ ہیں۔ ابن حزم فرماتے ہیں: بعض بے وقوف صوفیاء بھی اسی راہ پر چلے اور کہتے ہیں کہ الیاس اور خضر علیہما السلام ابھی تک زندہ ہیں¹⁹⁵۔

سلمی نے اپنی تفسیر میں ان مخالف منہج صحیح تفسیری روایات پر اعتماد کیا ہے جو امام جعفر صادق کی طرف منسوب کی جاتی ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ جب شیعہ نے اللہ کے فرمان: ”وعلی الاعراف رجال (یعنی) اعراف (ایک دیوار کا نام ہے جو جنت اور جہنم کے درمیان ہے) پر کچھ لوگ ہوں گے“ کے متعلق کہا کہ اس سے علی رضی اللہ عنہ مراد ہیں وہ اپنے مددگاروں کے نام جانتے ہیں تو سلمی نے بھی

¹⁹²(لطائف المنن: 67)

¹⁹³(ابجد العلوم از صدیق حسن خان: 2/160)

¹⁹⁴(التصوف از زکی مبارک: 2/28)

¹⁹⁵(الصلة بین التصوف والتشیع از مصطفی شیبی: 136)

اسی رنگ میں کہہ دیا کہ اصحاب اعراف سے مراد اصحاب معرفت مراد ہیں ابن عربی نے کہا کہ: کچھ لوگ عرفاء ہیں یعنی خاص اللہ والے¹⁹⁶۔

نیز سراج کہتا ہے کہ: تمام اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے صرف علیؑ اس سے مراد ہیں کچھ معانی جلیلة اور اشارات دقیقہ اور توحید و معرفت اور اہل علم کی عبارت و انفرادیت کی بناء پر جن کا ادراک فقط اہل حقائق صوفیاء ہی کر سکتے ہیں¹⁹⁷۔

جبکہ علیؑ باتفاق مسلمین اپنے سے پہلے خلفاء یعنی ابوبکر و عمر و عثمانؓ کے بعد دیگر صحابہ سے افضل ہیں اور علماء صحابہ میں سے ہیں تو اس خاص افضلیت کا کیا معنی؟

ایسے ہی ولی کے معصوم عن الخطاء ہونے کا عقیدہ بھی صوفیاء نے شیعہ سے ہی لیا ہے جو اپنے ائمہ کو معصوم قرار دیتے ہیں لیکن پھر مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ اسے حفظ سے بدل ڈالا قشیری اپنے اس عقیدے کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتا ہے: جان لو کہ اولیاء کی سب سے بزرگ کرامت یہ ہے کہ وہ محض اطاعت ہی کرتے ہیں اور ہر طرح کی معصیت و مخالفت سے معصوم ہوتے ہیں اور ان کی جملہ کرامات میں سے ایک یہ بھی ہو سکتی ہے کہ انہیں اپنے ولی ہونے کا علم ہو¹⁹⁸۔

ان عجیب و غریب رشتوں میں ایک یہ بھی ہے کہ صوفیت کے تمام طریقے علیؑ کی طرف منسوب ہوتے ہیں پھر وہ ایک دوسرے کے اسی طرح وارث بنتے چلے جاتے ہیں جس طرح شیعہ کے اماموں میں میراث چلتی ہے۔ اگر یہ پیری

¹⁹⁶(الصلة بين التصوف والتشيع: 191)

¹⁹⁷(الصلة بين التصوف والتشيع: 343)

¹⁹⁸(الصلة بين التصوف والتشيع از مصطفى شيبى: 386)

وبزرگی مجاہدات و ریاضیات کا نتیجہ ہے تو پھر کیا اس کی اولاد کا بھی پیر و مرشد ہونا ضروری ہے؟

شیخ عبدالقادر جیلانی - شیخ احمد رفاعی، بدوی، ابوالحسن الشاذلی، بکتاشی، سنوسی، مہدی، ان سب کا نسب بالاخر علیؑ سے ملادیا جاتا ہے حتیٰ کہ غیر عربی عجمی مثلاً محمد نور بخش، خواجہ اسحاق، اور بالیم سلطان.... وغیرہ ان کا نسب بھی علیؑ سے ہی ملادیا جاتا ہے¹⁹⁹۔

آخر میں یہ بتانا ضروری ہے کہ ہم نے صوفیاء کے متعلق محض اس لئے لکھا تاکہ منہج اہل السنۃ والجماعۃ کو دیگر مناہج باطلہ سے ممتاز کیا جاسکے کیونکہ اس امت کا آخر اسی منہج سے درست ہو گا جس سے اس کے اول کی اصلاح ہوئی اور یہی وہ اللہ کا دین ہے جسے اللہ نے اپنے رسول محمد ﷺ پر نازل فرمایا یہی سلف صالحین کا فہم تھا دیگر تمام راستے حامل نہیں وہ اس سے جدا اور الگ ہیں صوفیت کسی بھی صورت میں اسلام کا منہج نہیں قرار پاسکتی اس کی وجوہات ہم اس کتاب میں درج کر آئے ہیں جو لوگ کہتے ہیں کہ صوفیت محض ایک راہ سلوک ہے جس میں نفس کی اصلاح کی جاتی ہے اور روح کا تزکیہ کیا جاتا ہے تو انہیں جواباً کہا جائے گا جس کے لئے قرآن کی آیات اور اللہ کے رسول ﷺ کی احادیث صحیحہ طیبہ میں نفس کی اصلاح اور روح کو پاکیزگی نہ ہو اور جو ان کے ذریعے ان مقامات و مراتب کو نہ پاسکے جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتے ہیں تو ان کی مخالفت کرنے والی خواہ صوفیت ہو یا کوئی اور راہ اس میں قطعاً خیر نہیں ہو سکتی البتہ ابتدائی اور قدیم صوفیاء جنہوں نے انسانی نفس اور دلی بیماریوں (یعنی بغض، کینہ، حسد، شہوت، نفاق، کفر وغیرہ) کے علاج کے حوالے سے جو عمدہ باتیں کہیں تو یہ قابل قبول ہیں ہم

¹⁹⁹(الصلة بين التصوف والتشيع: 446)

انہیں صوفیاء نہیں مانتے کیونکہ صوفیت تو بدعات کے ایک مستقل سلسلے اور علم کا نام ہے اور صوفیت اختیار کرنے والے ہر شخص کے لئے ان بدعات کو اختیار کرنا ضروری ہو جاتا ہے غزالی جس نے دلی امراض کے علاج سے متعلق بہترین کلام کیا ہے وہ صوفیاء کے پھندوں کا شکار بن گیا وہ کہتا ہے: ”عارفین مجاز کی پستی سے حقیقت کی بلندی پر چڑھ جاتے ہیں اور اس امر کا دیکھ کر مشاہدہ کرتے ہیں کہ اس وجود میں اللہ کے سوا کچھ نہیں“ یہ عین وحدت الوجود ہی تو ہے²⁰⁰۔

یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ منہج صوفیت کی ہماری توضیح کا یہ معنی نہیں کہ ان کے ہر فرد پر ہم نے فاسد عقیدہ و عمل ہونے کا حکم لگا دیا یہاں حق باطل بہت زیادہ خلط ملط ہے ایک ہی شخص میں شر اور خیر سنت اور بدعت جمع ہیں لہذا ہم نے عدل کرتے ہوئے شر اور خیر دونوں کے پہلو ذکر کر دیئے کیونکہ کچھ لوگ صوفیت کی ابتداء کی نسبت اسے صحیح راہ قرار دیتے ہیں لیکن پھر بھی ان کے حقیقی دینداری سے واقفیت ضروری ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی انہیں صغیرہ گناہ کا مرتکب سمجھ رہا ہو جبکہ اللہ کے نزدیک وہ کبیرہ ہو۔

ابن تیمیہ جنہیں صوفیاء کا سب سے بڑا دشمن سمجھا جاتا ہے جب صوفیت اور متکلمین میں تقابل کا مسئلہ آتا ہے تو متکلمین کی جدل و نظر کے مقابلے میں صوفیاء کے عمل و عبادت کو افضل قرار دیتے ہیں ظاہر ہے کہ انہوں نے اس فضیلت میں ان ابتدائی صوفیاء ہی کی رعایت کی ہے جو اسماء و صفات کے موضوع سے متعلق باوجود کثرت عبادت کے منہج صحیح پر ثابت قدم تھے اور انہوں نے اس میں ان صوفیاء کا اعتبار نہیں کیا جو امور توحید، علم و عمل میں مختلف پہلوؤں کے حامل تھے مثلاً کلابازی خو کو کوڈ کو معتدل اور موحد کہتا ہے

²⁰⁰(موقف العقل از مصطفیٰ حبری: 3/94)

اور کہتا ہے کہ ”تجھ پر کوئی شاہد نہیں توہی حق ہے“ یہ کلام حق اور باطل دونوں کا احتمال رکھتا ہے ایسے ہی قشیری اولیاء کو معصوم قرار دیتا تھا اور سلمی نے تفسیر میں عجیب و غریب باتیں کی ہیں اور غزالی نے احیاء العلوم میں جو قصے نقل کئے ہیں وہ انتہائی عجیب ہیں حتیٰ کہ قدیم صوفیاء مثلاً جنید، شبلی، اور محاسبی وغیرہ نے بھی فاش غلطیاں کی ہیں جبکہ انہیں اعتدال پسند کہا جاتا ہے۔

ابن تیمیہ صوفیہ اور متکلمین میں اکثر موازنہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کا انحراف یہ ہے اور ان کا انحراف یہ ہے مقصد غالی متکلمین ہوتے جیسے رازی اور آمدی و گرنہ کیا وہ اشاعرہ متکلمین جیسے ابوبکر باقلانی اور نمونے صوفیاء کے مابین موازنہ کریں گے حالانکہ ابوبکر باقلانی نے اسلام کا دفاع کیا اس کا علم اور فقہ اور صوفیاء کی بکواسیات سے کئی گنا بہتر ہیں یہی وجہ ہے کہ ایک اور عالم دین ابن عقیل بھی یہی رائے دیتے کہ: میرے نزدیک متکلمین صوفیاء سے بہتر ہیں کیونکہ متکلمین شک کو دور کرتے ہیں جبکہ صوفیاء شک و شبہات اور وہم کو پیدا کرتے اور جو کہتا ہو کہ مجھے میرے دل نے میرے رب سے بیان کیا گویا وہ صراحت کر رہا ہے کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ سے بیزار ہے²⁰¹۔

قشیری صوفیاء کو انبیاء و رسل ﷺ کے بعد سب سے افضل مانتا تھا اور کہتا کہ وہ مخلوق کے مددگار ہیں مجھے نہیں معلوم کہ وہ صحابہ اور تابعین اور علماء عاملین کو کیا درجہ دیتا تھا دیتا بھی تھا یا نہیں؟ اللہ نے سچ فرمایا: کل حزب بما لدیہم فرحون (یعنی) ہر ٹولہ اسی پر نازاں ہے جو اس کے پاس ہے (یعنی عقائد و اعمال) اگر یہ لوگ شریعت کی کسوٹی پر اپنے عقائد و اعمال کا جائزہ لیں تو جان لیں گے کہ وہ بدعتی ہیں لیکن تعصب اور نخوت و عجب کا کیا کیا

²⁰¹ (تلبیس ابلیس: 375)

جائے مسئلہ یہ نہیں کہ ہر ایک اپنے لئے اپنی پسند کی راہ چن لے بلکہ حق صرف ایک ہے اور وہ اہل السنة والجماعة کا راستہ ہے اس کے سوا ماسوا گمراہی کے اور کچھ بھی نہیں ہم ہمیشہ دعا کرتے ہیں جو اللہ کے رسول ﷺ کیا کرتے تھے :

اللهم رب جبرئيل وميكائيل واسرافيل فاطرا لسموات والارض عالم الغيب والشهادة انت تحكم بين عبادك فيما كانوا فيه يختلفون اهدنا لما اختلف فيه من الحق باذنك انك تهدي من تشاء الى صراط مستقيم

”يا الله جبرائیل ومیکائیل واسرافیل کے رب آسمانوں وزمین کے خالق غائب وموجود کو جاننے والے توہی اپنے بندوں کے اختلافات کا فیصلہ فرمائے گا ہمیں اپنے حکم سے ہدایت عطا کر حق کی جس میں اختلاف کیا گیا ہو یقیناً تو جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی راہ دکھا دیتا ہے۔“

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

لاحقہ

صوفیاء کی کتب کے بارے میں علماء کی رائے

1 کتاب احیاء العلوم الدین مؤلفہ ابو حامد الغزالی: امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس میں بہت سی مفید باتیں ہیں اس میں بہت سا فلسفیانہ مواد ہے جس کا تعلق توحید، انبیاء، اور حشر و نشر سے علماء نے ابو حامد الغزالی پر اس سلسلے میں رد کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ اسے شفاء نے بجائے صحت مند کرنے کے مزید بیمار کر دیا ان کی مراد کتاب الشفاء ہے جو فلسفہ کے بارے میں ابن سینا کی تالیف ہے غزالی کی کتاب میں بہت سی احادیث و آثار ضعیف بلکہ موضوع ہیں اور صوفیاء کے بہت سے مغالطے اور ان کی بکواسیات بھی ہیں نیز ایسے بزرگوں اور صوفیوں کا کلام بھی ہے جو اعمالِ قلوب میں مشغول تھے اور کتاب و سنت کے پابند تھے البتہ مہلک امور سے متعلق کلام کا اکثر حصہ حارث المحاسبی کی کتاب الرعاۃ سے ماخوذ ہے جیسے، تکبر، عجب اور حسد سے متعلق کلام جس میں سے کچھ تو قابل قبول ہے اور اکثر ناقابل قبول ہے۔²⁰²

ابن جوزی فرماتے ہیں: مجھے غزالی سے سخت تعجب ہے کہ وہ کیونکر ان خلاف شریعت امور کا حکم دیتا ہے اور کس طرح منہ کے بل پوری رات کھڑے رہنے اور مال ضائع کر دینے اور کمائی کے لائق ہونے کے باوجود بھیک مانگنے کو حلال و جائز قرار دیتا ہے غزالی نے فقہ کو تصوف کے بدلے بیچ کر خسارے کا سودا کیا ہے پاک ہے وہ ذات جس نے اسے اس کی کتاب احیاء کے ذریعے دائرہ فقہ سے نکال کر صوفیت میں داخل کر دیا۔²⁰³

²⁰²(فتاویٰ ابن تیمیہ: 10/551)

²⁰³(تلبیس ابلیس: 353)

ابوبکر طرطوشی فرماتے ہیں: غزالی نے کتاب الاحیاء کو رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ سے بھردیا روئے زمین پر اس سے بڑھ کر اور کیا جھوٹ ہوگا؟ کہ غزالی نے اپنی کتاب میں فلاسفہ کے مذاہب اور صوفیاء کے عقائد بھردیئے²⁰⁴۔

امام ذہبی فرماتے ہیں: اس میں اکثر باطل احادیث ہیں اور یہ بہت بہتر ہوتی اگر اس میں حکماء کے طریق اور صوفیت کی خرافات سے متعلق آداب، رسوم اور زہد نہ ہوتا²⁰⁵۔

2 کتاب قوت القلوب از ابوطالب مکی: امام شافعی فرماتے ہیں: ابوطالب نے اپنی آراء میں علماء کی مخالفت کی ہے بسا اوقات اجماع کی بھی مخالفت کی ہے لیکن وعظ و نصیحت اور آخرت کی ترغیب سے متعلق بہترین گفتگو کی ہے چنانچہ طلباء آخرت کی ہولناکیوں سے آگاہ ہونے کے لئے اس کی کتاب کا مطالعہ کر سکتے ہیں لیکن عوام الناس کے لئے اس کا مطالعہ کرنا حلال نہیں²⁰⁶۔

ابن کثیر فرماتے ہیں: نیک آدمی تھا اپنی کتاب ”قوت القلوب“ میں موضوع احادیث ذکر کی ہیں لوگ اسے بدعتی کہتے تھے اور اسے چھوڑے رکھا تھا²⁰⁷۔

3 ابو عبد الرحمن السلمی کی تفسیر قرآن: ابن تیمیہ فرماتے ہیں: اس کی کتابوں میں صحیح احادیث اور دین کے اعتبار سے مفید کلام ہے بعض ایسی ضعیف

²⁰⁴(الرسائل از عبداللطیف آل شیخ: 3/137)

²⁰⁵(الرسائل از عبداللطیف آل شیخ: 3/140)

²⁰⁶(الافادات والانشارات: 44)

²⁰⁷(البدایة والنہایة: 11/319)

احادیث اور ناقابل قبول کلام بھی ہے جو نادان کے لئے مضر ہے بعض لوگ اس کی روایت میں تردد کرتے تھے²⁰⁸۔

ذہبی فرماتے ہیں: اس کی ایک کتاب ہے جسے حقائق التفسیر کہا جاتا ہے کاش وہ اسے تصنیف نہ کرتا وہ تحریف اور باطنیت سے معمور ہے پڑھ کر دیکھ لو اس میں عجائبات ہیں²⁰⁹۔

واحدی کہتے ہیں: اگر وہ اس کے تفسیر قرآن ہونے کا اعتقاد رکھتا تھا تو کافر ہے²¹⁰۔

طریق رفاعی کی خلوت نشینیاں

اس میں مقدم یا جادیش کے مرتبے تک پہنچنے تک پہنچنے کے لئے مرید کو چار قسم کی خلوت نشینی اختیار کرنی پڑتی ہے۔

- 1 تین دن ابتداء اتوار سے ہوگی۔
- 2 تین دن ابتداء پیر سے ہو۔
- 3 چار دن ابتداء منگل سے ہو۔
- 4 5 دن ابتداء بدھ سے ہو۔

اس شرط کے ساتھ کہ صبح و شام کے علاوہ کچھ نہ کھائے گا اور صرف اتنا کھائے گا کہ رمق باقی رہے اور گوشت نہ کھائے گا (یہ ہندومت اور نصرانیت سے مشابہت ہے) اور یہ کہ کسی ایک مخصوص جگہ پاک جگہ میں لوگوں سے مکمل طور پر چھپ کر رہے گا کہ کوئی اس کے پاس نہ آسکے اور ہر وقت یا حمید

²⁰⁸(فتاوی: 1/386)

²⁰⁹(التفسیر والفسرون: 2/386)

²¹⁰(التفسیر والفسرون: 2/386)

کا ورد کرے گا ہر نماز کے بعد کم از کم تین ہزار دفعہ دوسری ریاضت میں اس کا ورد یا رحیم ہوگا کم از کم چار ہزار بار اور تیسری ریاضت میں یا وہاب کا ورد کرے گا کم از کم پانچ ہزار دفعہ اور ان خلوتوں کے بھی خاص مختلف درجے ہیں جو طریق رفاعی کے ہر مرید کے لئے ہیں اور ہر اس شخص کے لئے جو عہد کرے کہ سات دنوں تک خلوت اختیار کرے گا جس کی ابتداء گیارہ محرم سے ہوگی اور ان سات دنوں میں چیختا رہے گا اور گھر والی کے ساتھ بستر پر بالکل نہیں سوئے گا اور گوشت نہیں کھائے گا۔ رفاعی کہتا ہے کہ: سات دنوں کی خلوت مالک اور مرید صادق کے لئے باعث فیض ہے²¹¹۔

(شیبی اس کے بارے میں لکھتا ہے کہ ان سات دنوں کی خلوت کا مقصد حسین رضی اللہ عنہ پر شدید غم کا اظہار کرنا ہے جیسا کہ شیعہ کا وطیرہ ہے لیکن مریدوں کو اس طرح بہلایا پھسلایا جاتا ہے کہ انہیں شیعیت کا شبہ نہیں ہوتا)

طریقہ تیجانیہ میں جوہرۃ الکمال کا ورد

یا اللہ عین رحمت ربانی، یا قوت حقیقی، مرکز فہم ومعانی، انسانی کائنات کے نور، صاحب حق ربانی، ہر بحر و بر سے گزرنے والی ہواؤں پر چھا جانے والی روشنی پر رحمت و سلامتی کر یا اللہ اس عین حق پر جن سے حقائق کے بڑے بڑے عرش ظاہر ہو جاتے ہیں، عین معارف اقوام پر، اپنے کامل و سیدھے رستے پر رحمت بھیج یا اللہ کنز اعظم کی حقیقت کے طلوع ہونے والے حق پر، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور ان کی آل پر ایسی رحمت اتار جس کے ذریعے ہم انہیں پہچان لیں²¹²۔

²¹¹ (الطرق الصوفية از عامر نجار: 100/104 نیز غاية الاماني از ابوالمعالي آلوسی: 1/230)

²¹² (التيجانية: 262)

ان الفاظ میں موجود شرک و بدعت واضح ہے دیگر صوفیانہ طریقوں کے اوراد میں بھی یہی کچھ ہوتا ہے۔

ابوسلیمان الدارانی کے کلمات

آخرت کی کنجی بھوک ہے، دنیا کی کنجی سیر ہونا ہے، اور دنیا و آخرت میں ہر خیر کی بنیاد اللہ تعالیٰ کا خوف ہے، ہم اسے عبادت نہیں مانتے کہ تو صف میں کھڑا ہو پھر کوئی دوسرا تیرے قدم ہلا دے لیکن تو ہمہ وقت اپنی قدم کس کر باندھ لے پھر عبادت کر اس دل میں کچھ خیر نہیں جو توقع کرے کہ اس کا دروازہ کھلے گا اور کوئی کچھ دے جائے گا۔ میں نے ایسا کوئی صوفی نہیں دیکھا جس میں خیر ہو سوائے عبداللہ بن مرزوق کے میں ان کے لئے نرم گوشہ رکھتا ہوں۔ جس کا آج اس کے کل جیسا گزرمے میں دنیا میں دن بسر کرنے اور درخت لگانے کے لئے باقی رہنا پسند نہیں کرتا ²¹³۔

حلاج کے حالات زندگی

ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم اللہ کی پناہ میں آتے ہیں اس بات سے کہ ہم اس کے بارے میں وہ کچھ کہہ دیں جو اس نے نہ کیا ہو یا اس کی طرف جھوٹے اقوال افعال کو منسوب کر دیں سو اب ہم یہ کہتے ہیں کہ اس کا نام حسین بن منصور حلاج تھا اس کا دادا فارس کا مجوس تھا وہ واسط میں پلا بڑھا پھر بغداد چلا آیا اور بارہا مکہ گیا اپنے نفس پر جبر کرتا کھلے آسمان تلے مسجد حرام کے وسط میں بیٹھا رہتا بڑے بڑے صوفیاء کے ساتھ رہا جیسے جنید، بغدادی فرماتے ہیں ہیں: عمرو بن عثمان مکی، ابوالحسین النووی۔ خطیب بغدادی فرماتے ہیں: صوفیاء کی اس کے متعلق مختلف آراء ہیں اکثر نے نفی کر دی ہے کہ حلاج ان میں

²¹³ (حلیۃ الاولیاء: 9/259 نیز صفوة الصفوة: 4/223)

سے ہو بعض نے اسے قبول کیا ہے جیسے ابوالعباس بغدادی، محمد بن خفیف اور ابراہیم بن محمد انہوں نے اس کے حال کو درست قرار دیا ہے۔ تمام علماء کا اجماع ہے کہ وہ واجب القتل تھا اور حالت کفر میں ہی قتل ہوا بڑا جادوگر اور بہرہ رویا تھا ہر ایک کا مذہب اختیار کر لیتا اگر اہل السنۃ ہوں تو سنی روافض ہوں تو رافضی معتزلہ ہوں تو معتزلی صوفیاء ہوں تو صوفی، فاسقین وغیرہ ہوں تو ان کے ساتھ ہمیشہ لوگوں کو گمراہ کرتا اور خود کو ان سے افضل کہتا تاآنکہ رب ہونے کا دعویٰ کرنے لگا چنانچہ بغداد میں اسے قید کر دیا گیا علماء نے اس بات پر اتفاق کر لیا کہ وہ کافر ہے زندیق ہے جادوگر اور انتہاء درجے کا جھوٹا ہے²¹⁴۔

اصطخری فرماتے ہیں: حلاج بہرہ رویا تھا ہر طریقہ اختیار کر لیتا ایک حالت سے دوسری حالت تک ترقی کرتے کرتے اس حال میں پہنچا کہ کہنے لگا کہ اس نے اپنے آپ کو اطاعت سے پاک کر لیا اور اپنے دل کو اعمال صالحہ میں لگا دیا اور اپنی ذات سے الگ ہو گیا پھر وہ ترقی کرتے ہوئے مقربین کے مقام تک پہنچا پھر وہ درجہ معافۃ تک پہنچا یہاں تک کہ اپنی طبعی بشریت سے بالکل ہی پاک ہو گیا اس وقت اس میں اللہ کی وہ روح سما گئی جو عیسیٰ بن مریم میں تھی اب وہ جس چیز کا ارادہ کرے وہ ہو جاتی ہے²¹⁵۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون ، وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

²¹⁴(البدایة والنہایة: 11/138)

²¹⁵(الحضارة الاسلامیة از آدم منز: 2/63)

ثبت المراجع

أحمد بن عبد الحليم الفتاوى : ط . الرياض اقتضاء الصراط المستقيم درء تعارض العقل والنقل: تحقيق رشاد سالم الجواب الصحيح لمن بدل دين المسيح الاستقامة : تحقيق رشاد سالم	ابن تيمية
محمد بن أبي بكر مدراج السالكين إغاثة اللهفان	ابن القيم
عبد الرحمن بن علي صفة الصفوة تلبيس إبليس	ابن الجوزي
لطائف المنن	ابن عطاء الله السكندري
مقالات الإسلاميين	أبو الحسن الأشعري
اللمع	أبو الحسن الأشعري
المقدمة	أبو نصر السراج
إسماعيل بن كثير	ابن خلدون
البداية والنهاية	ابن كثير
أبو المعالي محمد شكري غاية الأمان في الرد على النبهاني	الألوسي
نعمان خير الدين جلاء العينين في محاكمة الحمدين	الألوسي
برهان الدين تنبيه الغبي لتكفير ابن عربي : تحقيق الوكيل	البقاعي
أبو الريحان محمد بن أحمد - تحقيق ما للهند من مقولة : ط . حيدر آباد	البيروني
عبد القادر - الفتح الرباني	الجيلاني
التعريفات	الجرجاني
محمد بن أحمد بن عثمان سير أعلام النبلاء : ط . مؤسسة الرسالة	الذهبي
الطبقات	ابن سعد
أبو إسحاق إبراهيم بن موسى الاعتصام من البدع الموافقات - الإفادات والإنشادات	الشاطبي الشاطبي
الإمام محمد بن الحسين الكسب : تحقيق سهيل زكار	الشيبياني
محمد بن علي - قطر الولي على حديث الولي : تحقيق إبراهيم هلال	الشوكاني
عبد الوهاب - الطبقات الكبرى	الشعراني
اعتقادات فرق المسلمين	الرازي
الحسين بن محمد - الذريعة إلى مكارم الشريعة	الراغب الأصفهاني

أبو بكر محمد – التعرف لمذهب التصوف	الكلاباذي
ظهر الإسلام	احمد أمين
الشيعة وآل البيت	إحسان إلهي ظهير
يوميات الخليل	خليل مردم بك
التصوف الإسلامي في الآداب والأخلاق	زكي مبارك
الصوفية	سميع عاطف الزين
حاضر العالم الإسلامي	شكيب أرسلان
أبجد العلوم	صديق بن حسن القنوجي
الطرق الصوفية	عامر النجار
الغلو والفرق الغالية في الحضارة الإسلامية	عبد الله سلوم السامراني
حقائق عن التصوف	عبد القادر عيسى
الأنوار الرحمانية لهداية الفرق التيجانية	عبد الرحمن الإفريقي
الإنسان الكامل في الإسلام – شخصيات قلقة في الإسلام – من تاريخ التصوف الإسلامي – من تاريخ الإلحاد – شطحات صوفية	عبد الرحمن بدوي
الصلة بين التصوف والتشيع ط . دار المعارف	د. مصطفى الشبيبي
هذه هي الصوفية ط . دار الكتب العلمية	عبد الرحمن الوكيل
التيجانية – نشر دار طيبة	علي بن محمد الدخيل الله
مشكلة الأفكار	مالك بن نبي
موقف العقل والعلم والعالم من رب العالمين	مصطفى صبري
تاريخ الإمام	رشيد رضا
حجة الله البالغة	ولي الله الدهلوي
الحضارة الإسلامية في القرن الرابع الهجري	آدم متز
تأملات في سلوك الإنسان – نشرة جامعة الدول العربية	الكسيس كاريل

www.KitaboSunnat.com